امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ حضرت مولانا عمار احمدؒ
■ اصلاح معاشرہ کی شاہ راہ
■ وقت کو ضائع کرنا سب سے بڑی خودکشی
■ اصحاب فیل پر کس ذریعہ سے عذاب آیا
■ وقت کی نبض: ان کا دکھ کون سنے گا؟
■ اخبار جہاں، ہفتۂ رفتہ، ملی سرگرمیاں

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 42 مورخہ ۱۹/صفر المظفر ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۹/اکتوبر ۲۰۱۸ء روز سوموار

قطب عالم حضرت مولانا محمد علی مونگیری قدس اللہ سرہ العزیز

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل........

مفکر اسلام امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ

حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں ایک طالب علم نے حاضری دی، انہوں نے اپنے ہم مجلس سے طالب علم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا: تم ان کو جانتے ہو؟ ہم مجلس نے عرض کیا: جی ہاں! ایک طالب علم ہیں، ایک نیک شخص ہیں، حضرتؒ کی نگاہ نے آنے والے نوعمر طالب علم کی صلاحیت کو بھانپ لیا تھا، انہوں نے نوعمر کی بے پناہ صلاحیتوں کو ان الفاظ میں بیان فرمایا: تم نہیں جانتے، ان کی یہ حالت ہے کہ تیل اور بتی سب موجود ہے، صرف روشن کرنے کی دیر ہے۔ (افادات محمدیہ، ص: ۲۵)

اور جب حضرت گنج مرادآبادی قدس اللہ سرہ نے بتی روشن کردی تو اس بتی سے ہزاروں شمعیں روشن ہوئیں، رشد و ہدایت، صلاح و اصلاح کا ایک دروازہ کھل گیا، خلق نے خالق کو، عبد نے معبود کو جانا اور پہچانا، اس طالب علم کو حضرت گنج مرادآبادی نے یہ لڑکا اور مولانا کے لقب سے نوازا اور دنیا نے قطب عالم حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کے نام سے یاد کیا۔ (ارشاد رحمانی، ص: ۸)

حضرت مونگیری قدس اللہ سرہ العزیز کو قدرت نے قلب دانا اور چشم بینا سے نوازا تھا، پوری زندگی علم اور دین کی خدمت اور خلق خدا کی اصلاح میں صرف کردی، ذہانت، علم اور تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے، حضرت گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار فرمایا کہ مولانا محمد علیؒ کی روح متقدمین کی روح جیسی ہے، ایسی روحیں اس دور میں نہیں نظر آتیں اور ایسا کیوں نہیں ہوتا قدرت کو آپ سے اپنی مخلوق کی اصلاح کا کام لینا تھا؛ اس لیے خدا تعالیٰ نے آپ کو ذاتی کمال اور خاندانی شرافت سے نوازا تھا۔ حضرت مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق اس خاندان سے ہے، جس میں بڑے بڑے علما، صوفیا، اولیا و اتقیا پیدا ہوئے اور جس خاندان کا جلی عنوان اور عظمت کا نشان سیدنا حضرت عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اس خاندان کے ممتاز ترین بزرگوں میں حضرت بندگی شاہ عتیق اللہ، حضرت ابوبکر چرم پوش، حضرت بہاؤالحق ملتانی، حضرت شبلی اور حضرت حسن ثانی علیہم الرحمہ ہیں اور اس سلسلہ کی کڑی امام الاولیاء سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے جا ملتی ہے، اس خاندان کی ایک اہم خصوصیت یہ رہی ہے کہ اس میں ہر دور کے اندر کوئی نہ کوئی عاف باللہ گذرا ہے۔ اسی خاندان کے ایک فرد حضرت سید شاہ عبد العلی صاحب علیہ الرحمہ کے گھر حضرت مونگیری علیہ الرحمہ نے آنکھیں کھولیں۔ (ولادت: ۳/شعبان ۱۲۶۲ھ مطابق ۲۸/جولائی ۱۸۴۶ء کو کانپور میں ہوئی)

خاندانی شرافت وعظمت کے ساتھ قدرت نے تربیت کا کام بھی اہل دل اور اہل علم کے ہاتھوں لیا، حضرت مونگیری قدس اللہ سرہ العزیز کا ابتدائی عہد اپنے دادا حضرت شاہ غوث علی علیہ الرحمہ کے سامنے گذرا، (حضرت مونگیری کی عمر دو سال کی تھی، جب آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوا) جو اہل دل اور بڑے ذاکر وشاغل بزرگ تھے، ابتدائی تعلیم اپنے چچا سید ظہور علی اور مولانا سید عبد الواحد بلگرامی رحمہما اللہ تعالیٰ سے حاصل کی، جو شریعت کے پابند اور عابد وزاہد تھے، علوم دینیہ کے مروجہ نصاب کا درس حضرت مولانا مفتی عنایت احمد صاحب، حضرت مولانا محمد حسین شاہ اور استاذ الاساتذہ حضرت مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھیؒ سے لیا، جن کا شمار اپنے زمانہ میں ہندوستان کے مشہور اساتذہ ارباب کمال میں ہوتا تھا اور حدیث کی کتابیں اپنے عہد کے سب سے بڑے محدث اور صاحب نسبت بزرگ حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں اور کتب حدیث کی اجازت قطب دوراں حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی قدس اللہ سرہ العزیز سے حاصل ہوئی۔

خاندانی شرافت اور علمی وذہنی تربیت کے ساتھ قدرت نے دل کی دنیا آباد کرنے کا نظم بھی بڑا عمدہ کیا، ابتدا میں کچھ دنوں ایک صاحب حال بزرگ حضرت حافظ محمد صاحب علیہ الرحمہ سے تعلق رہا، پھر مولانا کرامت علی فارسی علی رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت کا رشتہ استوار ہوا، اس رشتہ کا اثر کیا ہوا؟ خود حضرت مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے سنئے: ”دس مہینے تک ملازمت کا شرف حاصل ہوا اور پھر آپ کو سفر آخرت پیش آیا اور کالپی میں جا کر انتقال فرمایا، آپ کی برکت توجہ اور فیض صحبت سے عجیب وغریب حالات مجھ پر گذرے اور حضور علیہ السلام کی عنایت اور بندہ نوازی ایسی ہوئی، جس کی نسبت بجز اس کے کیا کہوں؟

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

(ارشاد رحمانی، ص: ۶، مطبوعہ الجمعیۃ پریس دہلی)

اس مہینہ میں جو کچھ بیتی اور خدا تعالیٰ نے جب ترقیوں سے نوازا، حضرت مونگیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا اظہار چند لفظوں میں فرمایا، حضرت مولانا کرامت علی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد آپ نے حضرت قطب دوراں مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کا دامن تھاما اور ان کی نگاہ کیمیا نے حضرت مونگیری کی نظر کو اور کشادہ اور دل کو اور غنی بنادیا، دربار گنج مرادآبادی سے دین بھی ملا اور دنیا بھی۔

صبح کو بعد نماز میں نے (حضرت مونگیریؒ) بیعت کے لیے عرض کیا، آپ نے قبول فرمایا اور داخل سلسلہ فرما کر بہت دیر تک توجہ دیتے رہے، بعد فراغ ارشاد ہوا: ”ہم نے بہت دور تک توجہ دیدی ہے“، اس کے بعد آپ (حضرت گنج مرادآبادی) کھڑے ہوگئے اور خادم کو آواز دی، وہ حاضر ہوا، فرمایا ”گھر میں سے ان کے لیے کچھ لے آؤ“، وہ گیا اور آ کر کہا: ابھی کچھ پکا نہیں، آپ نے فرمایا کہ ”پکا کچا جو کچھ ہو لے آؤ“، وہ گیا اور ڈلیا میں کچے چنے لے آیا، غالباً دو ڈھائی سیر ہوں گے، مجھے ارشاد ہوا: تمہارے پاس کوئی کپڑا ہے؟ میں نے رومال حاضر کیا، آپ نے تین لپیں ان چنوں میں سے بھر کر میرے رومال میں دیں اور ارشاد فرمایا کہ ”لو تمہیں دنیا دیتے ہیں کھانے کے واسطے“ یہ ارشاد آپ کا مسجد کے در میں تھا، جب آپ لب فرش آئے تو خادم سے فرمایا کہ ”ان کے لیے پان لاؤ“ میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھے پان کی عادت نہیں، مگر میرے قول کی طرف توجہ نہیں فرمائی اور مکرر خادم سے فرمایا کہ پان لاؤ، وہ پان لایا، آپ اسے لے کر اپنے منہ میں لیا اور کسی قدر اسے چبا کر مجھے عنایت فرمایا اور زبان فیض ترجمان سے یہ لفظ بھی ارشاد ہوئے کہ لو یہ پان ہے عرفان کا، اسے کھالو“۔ (ارشاد رحمانی، ص: ۹)

حضرت گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عنایت وتوجہ کا اثر حضرت مونگیری علیہ الرحمہ کی پوری زندگی پر نظر آتا ہے، خدا تعالیٰ نے دین و دنیا دونوں کی دولتوں سے نوازا، آپ کے اخراجات لانبے تھے، ان کی ذات مرجع خلائق تھی، خانقاہ رحمانی میں عشق ومحبت کے متوالوں اور دین وشریعت کے پیاسوں کی بھیڑ لگی رہتی، جن کی ضیافت حضرت مونگیری قدس سرہ کی جیب خاص سے ہوتی، اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنوں (عیسائیت، قادیانیت، آریائیت) کی تردید میں کثرت سے کتابیں شائع کی گئیں، جن کا صرفہ حضرت مونگیری رحمۃ اللہ علیہ نے برداشت کیا، لیکن کبھی مالی الجھن سے واسطہ نہ پڑا۔

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ”حق تعالیٰ سبحانہ نے مولانا محمد علی مونگیری صاحب قدس سرہ کو دین کے سواد نیا میں بھی رہبانیت وکشادگی وفراخی عطا فرمائی تھی، شاید بڑے بڑے نوابوں اور امیروں کے لیے آپ کی زندگی کا یہ رخ قابل رشک بنا ہوا تھا، خاکسار نے خود دیکھا تھا کہ صرف چائے جو خانقاہ رحمانیہ میں خرچ ہوتی تھی، پندرہ سیر یا آدھ من روزانہ سے کم شکر کے صرفہ کا تخمینہ اس کے لیے نہیں کیا جاسکتا۔ (سوانح قاسمی، جلد سوم، ص: ۹۴)

مولانا حافظ تجمل حسین صاحب علیہ الرحمہ کا یہ مشاہدہ ہے: ایک رئیس آتے اور شام کو کثرت سے لالٹین میں تیل بھرتے جو دیکھا تو کہا خدا جانے کتنے کمرے ہیں، ایک بڑے نواب کی شان سے آپ کی زندگی ہے اور عمارت وباغ اور اس کے ملازم کثیر کو دیکھ کر لوگوں کو حسد ہوتا ہے، اور سب کی عقل حیران ہے کہ عمارت کا کارخانہ اتنا بڑا ہے کہ کسی امیر کا نہیں ہے، مسافر غیر متناہی آتے ہیں، کھاتے ہیں اور بعضے ایک ہفتہ اور بعضے ایک مہینہ ٹھہرتے ہیں۔ (کمالات رحمانی: ۵۳) **(بقیہ صفحہ ۱۰ پر)**

خانقاہ اور مدرسہ

”اگر دین کے علم کے ساتھ اللہ کی ضرب نہیں لگے گی تو کم سے کم نقصان یہ ہے کہ کبر آئے گا، تکبر اور غرور پیدا ہوگا اور اگر خانقاہوں میں اللہ اللہ کے ساتھ قرآن وحدیث کا علم نہیں ہوگا تو کم سے کم درجہ یہ ہے کہ بدعت پھیلے گی، جہالت آئے گی او پھر گمراہی کا دروازہ کھل جائے گا، جب خانقاہیں اور مدرسے ایک ساتھ کام کریں گے، جب ذکر کے ساتھ فکر ہوگی...تو پھر ہدایت کی کھیتی لہلہاتی رہے گی اور ایمان کا چراغ تیز سے تیز تر ہوتا چلا جائے گا۔“

(مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم)

بلا تبصرہ

”عرب ملکوں میں آزادیٔ اظہار نہیں ہے، جس کی وجہ سے ان ملکوں کے باسی یا تو لاعلم رہتے ہیں یا انہیں سرکاری میڈیا کی جانب سے غلط معلومات فراہم کی جاتی ہیں، عرب بہاریہ سے امید کی کرن پھوٹی تھی کہ شاید عرب معاشرے کو آزادی ملے، لیکن یہ کرنیں جلد ہی دم توڑ گئیں، بلکہ اندھیرا اور گہرا ہوگیا، ہمیں ان عرب آوازوں کو پلیٹ فارم مہیا کرنے کی ضرورت ہے جو پروپیگنڈا کے ذریعہ نفرت پھیلانے والی قوم پرست حکومتوں کے تسلط سے آزاد ہوں۔“

(جمال خاشقجی کے آخر کالم سے)

اللہ کی باتیں ----- رسول اللہ کی باتیں

مولانا عبد الباسط ندوی

ہماری ذلت وپستی: سبب اور علاج

﴿یاایھاالذین آمنوا ادخلوافی السلم کافة ولاتتبعواخطوات الشیطان انه لکم عدومبین، فان زللتم من بعدماجائتکم البینات فاعلمواان الله عزیزحکیم﴾(البقرہ:۲۰۸، ۲۰۹) اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر مت چلو وہ تو تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے، پھر اگر تم بعد اس کے کہ تمہارے پاس کھلی ہوئی نشانیاں پہونچ چکی ہیں ڈگمگا گئے تو جانے رہو کہ اللہ بڑا زبردست ہے، بڑا حکیم ہے۔

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے، اس میں ولادت سے لے کر موت تک کے انسان کی رہنمائی موجود ہے، انفرادی واجتماعی زندگی اور غلامی ومزدوری سے لے کر حکومت وسیاست کے اعلی عہدہ تک کے لیے ایک مکمل ضابطہ ومنظّم اصول پائے جاتے ہیں، جنگ وصلح، ملک گیری وجہاں بانی کے سارے طور طریقے بتادئے گئے ہیں، اقتصادیات ومعاشیات اور سرمایہ کاری کی تعلیمات وہدایات کافی وافی طور پر موجود ہیں، اس لیے ایک مسلمان کے لیے اسلام کو اپنانے کے بعد اس کے مکمل نظام حیات کی پابندی کرنا ضروری ہے، اس کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک مسلمان ہوتے ہوئے زندگی کے کسی بھی مرحلہ میں چاہے اس کا تعلق کاروبار وتجارت سے ہو یا معاشرتی واجتماعی نظام سے، اسلام کے دامن سے جدا ہوکر کسی اور طور طریقہ کو اختیار کرے، بعض یہود صحابہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد درخواست کی کہ انہیں اسلام پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ یہودیت کے بعض احکام پر بھی عمل کرنے کی اجازت دیدی جائے کہ وہ ان دونوں احکام پر عمل کرنے کی قدرت رکھتے ہیں، انہیں اس کی اجازت نہیں دی گئی اور حکم ہوا کہ صرف اور صرف اسلام ہی کو مکمل طور پر اپنالو (اسباب نزول واحدی) غرض اسلام ایک دین ہی نہیں ایک مکمل نظام زندگی ہے اس لیے اس کے ساتھ کسی بھی مذہب بلکہ کسی تہذیب کی بھی گنجائش نہیں۔ حضرت مولانا عبدالماجد دریا آبادی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: ’’حکم خاص طور پر قابل غور ہے، اسلام صرف چند عقائد یا صرف چند عبادات، یا صرف چند قوانین کا نام نہیں وہ تو ایک جامع ومانع نظام حیات ہے، ایک مکمل ومنظّم دستور زندگی ہے، انسانیت کے ایک ایک شعبہ، ہر ہر گوشہ پر حاوی، اور اس کا ہر جزو، اس کے کل سے، اس کے دوسرے اجزاء سے نہایت درجہ ملحق ومرتبط، یہ ہو نہیں سکتا کہ کوئی شخص توحید تو اسلام سے لے لے، لیکن عبادت کے لیے مسجد، مندر، کلیسا سب کو یکساں سمجھے، یا رسالت پر تو ایمان لے آئے لیکن معاشیات کے قاعدے کارل مارکس سے اور اخلاق کے ضابطے گوتم بدھ سے لینے جائے، معادیات، معاشیات، اخلاقیات، اجتماعیات اسلام کے سب اپنے ہیں‘‘ آگے لکھتے ہیں ’’کہلاتے تو رہو مسلمان لیکن رسمیں اختیار کرلو مجوس عجم کی، معاشرت لے لو مشرکین ہند کی، قانون فوجداری اختیار کرلو ملحدین فرنگ کا، معاملات کرنے لگو دستور یہود کے مطابق، شیطان کے نقش قدم پر چلنا یہی ہے کہ اسلام میں غیر اسلام کی آمیزش کی جانے لگے، اور اسے کوئی اصلاحی یا تجدیدی کارنامہ سمجھا جانے لگے‘‘۔ (تفسیر ماجدی: ۱/۳۹۱)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ’’اس میں ان لوگوں کے لیے بڑی تنبیہ ہے جنہوں نے اسلام کو صرف مسجد اور عبادات کے ساتھ مخصوص کر رکھا ہے، معاملات اور معاشرت کے احکام کو گویا وہ دین کا جزء ہی نہیں سمجھتے، اصطلاحی دینداروں میں یہ غفلت عام ہے، حقوق ومعاملات اور خصوصا حقوق معاشرت سے بالکل بے گانہ ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان احکام کو وہ اسلام کے احکام ہی یقین نہیں کرتے، نہ ان کے معلوم کرنے یا سیکھنے کا اہتمام کرتے ہیں نہ ان پر عمل کرتے ہیں‘‘۔ (معارف القرآن: ۱/۴۹۹) اس لیے اگر کوئی شخص اسلام کے بعض احکام کی پابندی کرے اور بعض احکام کو پس پشت ڈالدے یا اس سلسلہ میں کسی اور کی اقتداء واتباع کرے تو اس کے لیے سخت وعید ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی چنانچہ اللہ تعالی نے اس کے بعد والی آیت میں دھمکی آمیز انداز میں فرمایا: فان زللتم من بعدالخ... اگر تم واضح دلائل کے پہونچ جانے کے بعد اس سے روگردانی کرکے پھسل کر دوسری طرف چلے گئے تو یاد رکھو اللہ غالب وحکمت والا ہے، اس کی قدرت سے تم باہر نہیں ہو، اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ وہ تمہیں فی الفور سزائیں نہیں دے رہا ہے، ایک آیت میں تو اس کو صاف وواضح کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا: أفتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعضفماجزآء من یفعل ذلك منکم إلّا خزی فی الحیاة الدنیاویوم القیامة یردون الی اشدالعذاب ومالله بغافل عماتعملون (سورة البقرة: ۸۵) کیا تم کتاب کے ایک حصہ کو مانتے ہو اور ایک حصہ سے انکار کرتے ہو، پس تم میں سے جو ایسا کرے اس کی سزا کیا ہے بجز دنیوی زندگی میں رسوائی کے اور قیامت کے دن سخت ترین عذاب میں بھی ڈالے جائیں گے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں۔ یہ آیت گرچہ یہودیوں کے سلسلہ میں نازل ہوئی لیکن عام ہے اور آج ہم مسلمانوں کو اس آیت کی روشنی میں اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ آج ہماری ذلت وپستی کی وجہ یہی تو نہیں ہے کہ آج ہم نے اسلام کو صرف مسجدوں تک محدود کردیا وہ بھی چند وقتوں کے لیے اور پوری زندگی اسلام سے ہٹ کر گزارنے لگے، بلاشبہ ہماری ذلت وپستی کی وجہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں، اور اس کا حل بھی یہی ہے کہ ہم مکمل طور پر اسلام کے مطیع وفرمانبردار بن جائیں، زندگی کے ہر مرحلہ میں اسلام ہی کو اپنا رہنما مان کر اس کی تعلیمات کو دل وجان سے قبول کرتے ہوئے عملی طور پر اس بات کا ثبوت پیش کریں اور اپنے عمل وکردار سے یہ ثابت کردکھائیں کہ اسلام ایک مکمل نظام زندگی ہے اس کے ساتھ کسی اور نظام کی قطعا کوئی ضرورت نہیں، تب ہی ہم دنیا کی اس ذلت وپستی سے نکل کر عزت وسرخروئی حاصل کرسکتے ہیں اور آخرت میں بھی نجات پاسکتے ہیں، قرآن شریف ہی کی ایک دوسری آیت میں اللہ تعالی مسلمانوں کو مخاطب کرکے مکمل مومن ہونے کی دعوت دی ہے فرمایا:

یاایھاالذین آمنواآمنوابالله ورسوله والکتاب الذی نزل علی عبده والکتاب الذی انزل من قبل، ومن یکفربالله وملائکته وکتبه ورسله والیوم الآخرفقدضل ضلالا بعیدا (النساء: ۱۳۶) اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول اور کتاب پر ایمان لاؤ جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی ہے اور اس کتاب پر بھی جو وہ اس سے قبل نازل کرچکا ہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں اور قیامت کے دن سے کفر کرتا ہے وہ گمراہی میں بہت دور جاپڑا ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۰ر پر)

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

مندر یا پوجا کے لیے چندہ دینا:

غیر مسلم حضرات مندر کی تعمیر یا مذہبی تہواروں کے موقع پر پوجا پاٹ کے لیے چندہ کرتے ہیں، کبھی تو راستہ میں اور کبھی دکانوں پر جاکر، اگر نہ دیں تو ان سے نقصان کا اندیشہ ہے، ایسی صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

مندر کی تعمیر یا پوجا پاٹ میں چندہ دینا گناہ کے کاموں میں مدد کرنا ہے، اور گناہ کے کاموں میں مدد کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے، اللہ پاک کا ارشاد ہے ”و لا تعاونو اعلی الإثم و العدوان“ (المائدة: ۲)۔ لہٰذا حتی الامکان اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے، البتہ چندہ نہ دینے کی صورت میں جان ومال پر ضرر ونقصان کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں بدرجۂ مجبوری دے سکتے ہیں، لیکن دیتے وقت پوجا پاٹ یا مندر کی تعمیر میں دینے کی نیت نہیں بلکہ مانگنے والے ہی کو دینے کی نیت یا ضرر ونقصان کو ٹالنے کی نیت کرلی جائے۔

”اما إذا اعطی لیدفع به عن نفسه ظلماً فلا بأس به“ (مرقاة المفاتیح: ۴/۱۵۳؛ باب رزق الولاة و ھدایاھم)

غیر مسلموں کے تہواروں پر مبارک باد دینا اور میلہ میں دکان لگانا:

غیر مسلموں کے تہواروں کے موقع پر ان کو مبارک باد دینا، میلے میں مسلمان کا دکان لگانا یا یوں ہی گھومنے پھرنے جانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

غیر مسلموں کے مذہبی تہواروں کے موقعوں پر ان کو مبارک باد دینا، یا میلوں میں شریک ہوکر یا دوکان لگا کر ان کی رونق بڑھانا شرعاً جائز نہیں ہے، مسلمانوں کا اس سے احتراز لازم وضروری ہے۔ ”من کثر سواد قوم فھو منھم“ (کشف الخفا: ۲/۲۴۴؛ بحواله فتاویٰ قاسمیه: ۲۴/۲۷۶)

مسلم وغیر مسلم کا تہوار کے موقع پر ایک دوسرے کو تحفہ دینا:

ایک محلّہ میں مسلم وغیر مسلم دونوں کی مخلوط آبادی ہے، دونوں کے تعلقات آپس میں بہتر ہیں، ایک دوسرے کے تہوار کے موقع پر مٹھائیوں کا لین دین ہوتا ہے، شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

غیر مسلم بھائیوں کے ساتھ تعلقات رکھنا، ان کے ساتھ ہمدردی ومحبت کا برتاؤ کرنا اور آپس میں ایک دوسرے کو مٹھائی وغیرہ لیا دینا شرعاً جائز ودرست ہے، البتہ بتوں کے اوپر چڑھائی گئی مٹھائیوں کا کھانا مسلمانوں کے لیے جائز نہیں، اس لیے اگر اس طرح کی مٹھائیاں ہوں تو کھانے سے پرہیز کیا جائے۔

غیر مسلموں کے جنازہ میں شرکت:

غیر مسلموں کی عیادت وتعزیت کرنا، ان کے جنازہ کے ساتھ شمسان گھاٹ جانا اور چند دنوں کے بعد ان کے شرادھ کا کھانا کھانا مسلمانوں کے لیے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

غیر مسلموں کی عیادت وتعزیت میں جانا شرعاً جائز ودرست ہے، اسی طرح غیر مسلم میت کو اس کے شمسان کی جگہ لے جانے والا اس کی قوم کا کوئی آدمی نہ ہو تو مسلمان اس کو اٹھا کر لے جاسکتا ہے، لیکن اگر اس کو لے جانے والے اسکی قوم کے لوگ ہوں تو شرکت سے پرہیز ضروری ہے، اور اگر آپسی تعلقات کی وجہ سے ساتھ جانے کی مجبوری ہو تو ان کی جماعت سے کچھ فاصلہ بنا کر پیچھے پیچھے جائے، لیکن مردہ کو جلانے کے عمل میں شرکت بہرحال درست نہیں ہے، نیز شرادھ کا بھوج جو مرنے کے چند دنوں کے بعد کیا جاتا ہے، اس کو بھی کھانے سے پرہیز کیا جانا چاہئے، کیوں کہ غیر مسلموں کے ایسے عقائد واعمال جو اسلام سے کسی طرح میل نہیں کھاتے، ان میں شرکت کی اجازت نہیں ہے۔ ”لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین و من یفعل ذالك فلیس من اللّٰہ فی شئی۔“ (آل عمران: ۲۸)

”اذا کان خلف جنازة الکافر من قومه من یتبع الجنازة لاینبغی لقریبه المسلم أن یتبع الجنازة حتی لا یکون مکثر سوادالکفرة، ولکن یمشی ناحیة منها و إن لم یکن خلف الجنازة من قوم الکافر من یتبعھا فلا بأس للمسلم أن یتبعھا و فی الطحاوی: لا بأس بأن یعود اذا مرض“ (الفتاویٰ التاتارخانیه؛ فصل الکافر یموت و له ولی مسلم: ۳/۷۷)

غیر مسلموں کے یہاں شادی کی تقریب میں شرکت:

غیر مسلم دوست کے یہاں شادی کی تقریب میں شریک ہونا، تحفہ دینا اور اس کی دعوت کھانا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

مسلمانوں اور غیر مسلموں کا ایک دوسرے کے یہاں شادی کی تقریب میں شریک ہونا، تحفہ دینا اور دعوت کھانا شرعاً جائز ودرست ہے۔ ”عن ابی وائل و ابراھیم قالا: لما قدم المسلمون أصابوا من أطعمة المجوس من جبنھم و خبزھم فأکلوا و لم یسألوا عن شئی من ذٰلك (مصنف ابن ابی شیبة: ۱۷/۱۴۶)

و لا بأس بأن یضیف کافراً لقرابته أو لحاجة“ (ھندیه: ۵/۳۴۷) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار — پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 42 مورخہ ۱۹/صفر المظفر ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۹/اکتوبر ۲۰۱۸ء روز سوموار

خانقاہ رحمانی

قرآن کریم میں تلاوت کتاب اور تعلیم کتاب وحکمت کے ساتھ تزکیہ کا ذکر موجود ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک ایسے رسول کے بھیجنے کی دعا مانگی تھی جو تلاوت کتاب، تعلیم کتاب وحکمت کے ساتھ امت کی روحانی پاکیزگی اور تزکیہ کا کام بھی انجام دے، اللہ رب العزت نے اس دعا کو قبول کیا اور قرآن کریم میں اپنے احسان کے طور پر اس کا خصوصیت سے ذکر فرمایا کہ انہیں میں سے رسول یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا جو تلاوت، تزکیہ نفوس اور علم وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اس لیے یہ ذمہ داری علماء کے سپرد کی گئی اور انہیں انبیاء کا وارث قرار دیا گیا، علماء اس امت اور روئے زمین کے چراغ ہیں، اس لیے یہ سارے نبوی کام علماء کرام کے ذمہ ہیں کہ وہ امت کو راہ راست پر رکھنے کی فکر کریں، اور انہیں تلاوت کتاب، تعلیم کتاب وحکمت کے ساتھ روحانی بیماریوں سے بھی پاک کریں۔

مدارس اور خانقاہیں دراصل اسی کام کے کرنے کی شکلیں ہیں، مدارس تلاوت کتاب اور تعلیم کتاب وحکمت کے مراکز ہیں اور خانقاہیں اللہ کو یاد کرنے اور تسبیح ووظائف، اوراد واذکار کے ذریعہ دلوں کو روشن کرنے کی جگہیں، دونوں ایک دوسرے کی ضرورت ہیں، ایک کے بغیر دوسرے کا تصور نہیں کیا جا سکتا، ورنہ انسانی رشد وہدایت کا نصاب ادھورا ہو کر رہ جائے گا، امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم نے لکھا ہے:

’’جب دونوں کام ساتھ چلیں گے تو قوم بھی ٹھیک اور قوم کے رہنما بھی ٹھیک رہیں گے...... یہ نسخہ ہمارے اور آپ کے آقا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بتایا ہوا ہے، انہوں نے اس کو کر کے بھی امت کو سمجھایا ہے۔‘‘

یہی وہ احساس تھا جس کی وجہ سے مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر ومرشد حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کے حکم پر کانپور کو خیر باد کہہ دیا، خیر باد ہی نہیں اپنے معتقدین ومتوسلین کو چھوڑا؛ بلکہ گھر بار رشتے ناتے سب چھوڑ چھاڑ کر مونگیر تشریف لے آئے، یہاں آکر آپ نے اذکار واوراد کے زمزمے اور ضرب اللہ کے لیے ۱۹۰۱ء میں خانقاہ رحمانی قائم کیا اور قال اللہ وقال الرسول کی صدا بلند کرنے کے لیے ۱۹۲۷ء میں جامعہ رحمانی کے نام سے مدرسہ قائم کیا، اس طرح دینی تعلیم وتربیت کا نصاب مکمل ہو گیا۔ ان دونوں اداروں سے ایسے رجال کار فراہم کیے جس نے باطل طاقتوں اور فرقہ ضالہ منحرفہ کا مقابلہ کیا، قطب عالم حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیوں کے خلاف ایسی تحریک چلائی کہ اس پورے علاقے کو چھوڑ کر انہیں رفو چکر ہونا پڑا، اس موضوع پر ان کی تصنیفات نے عام مسلمانوں کو اس فتنہ کی سنگینی اور زہرناکی سے آگاہ کیا، اور بہت سارے لوگ قادیانیوں کے دام فریب میں آنے سے بچ گئے۔ حضرت قطب عالم فرمایا کرتے تھے کہ قادیانیوں کے خلاف اتنا لکھو اور اتنا چھاپو کہ ہر مسلمان جب سو کر اٹھے تو اس کے سرہانے قادیانیوں کے خلاف ایک ایک کتاب ہو۔

عوام کو دین وشریعت سے جوڑنے اور اصلاح نفس کے لیے اس خانقاہ نے جو جد وجہد کی، اس کی وجہ سے جلد ہی یہ مرکز رشد وہدایت بن گئی۔ ۲۳/ستمبر ۱۹۲۷ء کو قطب عالم مولانا مونگیریؒ کے وصال کے بعد حضرت کے بڑے صاحبزادے مولانا لطف اللہ رحمانی نے اس مرکز رشد وہدایت کی باگ ڈور سنبھالی اور کم وبیش پندرہ سال یعنی ۱۹۴۳ء میں اپنی وفات تک نامور والد کی سونپی ہوئی اس وراثت کو سنبھال کر رکھا، مولانا کی وفات کے بعد حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانیؒ جو بعد میں امارت شرعیہ بہار واڑیسہ کے چوتھے امیر شریعت بنے، خانقاہ رحمانی کے سجادہ نشیں منتخب ہوئے اور نصف صدی تک تربیت اصلاح اور تزکیہ کی مجلس سجائی۔ اس پورے دور میں ایک اندازہ کے مطابق سولہ لاکھ لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی، گناہوں سے توبہ کیا، اصلاح باطن کی فکر میں لگے اور قرب الٰہی کے لیے اسلامی ہدایات واحکام کو اپنی زندگی میں داخل کیا، اس طرح خانقاہ رحمانی کا فیض ہندو بیرون ہند میں پھیلا اور اس کی خدمات کا اعتراف کیا جانے لگا۔ ۱۹/مارچ ۱۹۹۱ء کو حضرت مولانا منت اللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ اچانک سفر آخرت پر روانہ ہو گئے، اور ملت اسلامیہ ایک ہمہ جہت شخصیت سے محروم ہو گئی، خانقاہ رحمانی تو حضرت کی خدمت کا ایک چھوٹا سا حصہ تھا، جامعہ رحمانی مونگیر، امارت شرعیہ بہار واڑیسہ، اور دوسری ملی تنظیمیں، درجنوں مدارس اور لاکھوں مریدین ومتوسلین یتیم ہو گئے، بڑا جاں گسل مرحلہ تھا، ہر طرف مایوسی کا غلبہ تھا، نسبی وارثین ہی نہیں پوری ملت پر سوگ طاری تھا، بالآخر ۲۱/مارچ ۱۹۹۱ء کو سجادہ نشینی کی یہ سعادت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم کے حصے میں آئی، جس کا اعلان حضرت امیر شریعت رابعؒ اپنی زندگی میں کر چکے تھے، حضرت مدظلہ کے سجادہ نشیں ہونے سے خانقاہ کے کاموں کو نہ صرف تسلسل نصیب ہوا، بلکہ اس کی خدمات کا دائرہ وسیع تر ہوا، درود شریف کی مجلسیں اور دوسرے خانقاہی اعمال کی وجہ سے دلوں کی اصلاح بھی ہو رہی ہے اور خانقاہ کی مقبولیت میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

خانقاہ کا تصور آتے ہی بہت ساری بدعات کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے، لیکن یہ خانقاہ ان سب سے پاک ہے، ماہانہ درود شریف کی مجلس کے ساتھ نومبر میں ایک مجلس صرف فاتحہ خوانی کی ہوتی ہے اور ایک سال کے وقفہ سے اسی موقع سے جامعہ رحمانی کے فارغین علماء وحفاظ کی دستار بندی ہوتی ہے، علماء کے اصلاحی بیان ہوتے ہیں، اور حضرت صاحب کی دعا پر جلسہ اختتام پذیر ہوتا ہے۔ امسال فاتحہ خوانی کی مجلس اور جلسہ ۱۰/نومبر ۲۰۱۸ء کو ہو رہا ہے، مسلمانوں کو اس میں شریک ہو کر اپنی اصلاح اور ثواب دارین حاصل کرنے کا بہترین موقع ہے، اس موقع کی قدر کرنی چاہئے۔

ٹرین حادثہ

دھوبی گھاٹ کے جوڑا پھاٹک پر امرتسر پنجاب میں بڑا ٹرین حادثہ ہوا، اس میں سرکاری اعداد وشمار کے مطابق ساٹھ سے زائد لوگ ہلاک اور کم وبیش اتنے ہی لوگ زخمی ہوئے، یہ حادثہ دوسرے حادثوں سے اس اعتبار سے الگ تھا کہ اس بار جانیں ٹرین سے باہر کے لوگوں کی گئیں، جو راون کے خاکستر ہونے کے منظر کو موبائل کیمروں میں قید کر رہے تھے اور ریل کی پٹریوں پر کھڑے ہو کر اس منظر کا مزہ لے رہے تھے، تیز رفتار ٹرین ان کے جسم کو کاٹتے ہوئے گذر گئی، پٹاخوں کے شور اور راون کے جل جانے کی خوشی منا رہے لوگوں کو پتہ ہی نہیں چلا کہ کب قضا وقدر نے ان کے دنیا چھوڑنے کا فیصلہ کر دیا، اتفاق سے بہار کے پانچ لوگ اس کی زد میں آئے، بہار سرکار نے اعلان کیا ہے کہ ان کے وارثوں کو دو دو لاکھ روپے دیے جائیں گے۔

اس حادثہ کے بعد سیاسی حلقوں میں ماتم کم پسرا ہے، ایک دوسرے کو مورد الزام ٹھہرانے کی قواعد زیادہ چل رہی ہے، کوئی مقامی انتظامیہ کو اس کا ذمہ دار قرار دے رہا ہے اور کوئی محکمہ ریلوے کو اور وہ دونوں اپنی ذمہ داریوں سے انکار کر رہے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ کسی نہ کسی درجہ میں دونوں ذمہ دار ہیں، مقامی انتظامیہ تو اس لیے کہ سرکاری منظوری کے بغیر اس نے راون کے جلانے کی تقریب ریلوے ٹریک کے پاس ہونے ہی کیوں دی، اگر منظوری نہیں دی گئی تھی تو اسے روکنا بھی مقامی انتظامیہ ہی کی ذمہ داری تھی، ریلوے کی ذمہ داری اس طرح بنتی ہے کہ پٹریوں پر جب لوگ تھے تو کیبن مین نے لال جھنڈی دکھا کر ٹرین کو روکنے کی کوشش کیوں نہیں کی، اگر کیبن مین سرگرم ہوتا تو امرتسر سے پہلے والے اسٹیشن پر ٹرین روک لی جا سکتی تھی ایسے میں اتنا بڑا حادثہ نہیں ہوتا، ڈرائیور کا کہنا ہے کہ گاڑی نوے کلو میٹر کی رفتار میں تھی، ایمرجنسی بریک لگانے کے بعد وہ ساٹھ پینسٹھ کی رفتار میں آئی، ٹرین بیک وقت بریک کے بعد بھی کھڑی نہیں ہوتی، اس لیے کئی سو میٹر وہ لوگوں کو کچلتی چلی گئی، اس سلسلے کی آخری بات جس پر ہمارا ایمان ہے وہ یہی ہے کہ جب اور جس کے لیے اللہ کا مقرر کردہ وقت آجاتا ہے تو سکنڈوں کی تاخیر نہیں ہوتی، دنیا والوں کی نگاہ اسباب پر ہوتی ہے اور ایمان والوں کی مسبب الاسباب پر۔

مستقبل میں ایسا کوئی حادثہ نہ ہو، اس کے لیے اسباب کے درجہ میں منصوبہ بندی کرنی چاہیے، ایسی خطرناک جگہوں پر تقریب کے انعقاد کی اجازت ہی نہیں ہونی چاہیے اور اگر کوئی بلا اجازت ایسا کرتا ہے تو قانون کو دونوں ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہونے کے بجائے کارروائی کرنی چاہیے، اس کے بغیر اس قسم کے حادثات کو روکنا ممکن نہیں ہو سکے گا۔

اس المیہ کے موقع سے قرب وجوار کے مدارس نے (جو فرقہ پرستوں کی آنکھوں میں کھٹکتے رہتے ہیں) ایک مثال قائم کی، مدارس کے طلبہ نے تمام زخمیوں کو اپنا خون فراہم کیا، جو خون کے گر جانے کی وجہ سے موت کے قریب ہوتے جا رہے تھے، انسانی بنیادوں پر تعاون کا یہ جذبہ قابل قدر بھی ہے اور لائق تقلید بھی، اس سے مسلمان مخالف کتنا سبق لیں گے اور اس عمل کو کس قدر سراہیں گے یہ ایک الگ بات ہے، لیکن اس عمل سے لوگوں کے دلوں پر اسلامی تعلیمات کا اثر یقیناً پڑا ہوگا اور اگر ضمیر کسی درجہ میں بھی بیدار ہے تو عدم رواداری کے ماحول میں اس کا بڑا اچھا اور مثبت پیغام جائے گا۔

اس موقع سے ایک دوسرا بڑا کام نوجوت سنگھ سدھو نے کیا، وہ اس علاقہ سے ایم ایل اے ہیں اور ان کی اہلیہ اس تقریب کی مہمان خصوصی تھیں، اسی لیے اس واقعہ کو ان سے جوڑ دیا گیا اور دونوں کی جوڑی کو سیاسی بنیادوں پر مطعون ومعتوب کیا جانے لگا، ظاہر ہے حادثہ ہوا، اس میں مہمان خصوصی کا کوئی رول تھا اور نہ ہی ایم ایل اے کا، وہ دونوں کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے، کیوں کہ واقعہ کے پہلے کس کو علم تھا کہ ایسا کچھ ہونے والا ہے، اس کے باوجود نوجوت سنگھ سدھو اور ان کی اہلیہ نے ان تمام کے بچوں کی کفالت کی ذمہ داری اپنے سر لے لی ہے، جو اس حادثہ میں چلے گئے اور ان کے بچے یتیم ہو گئے، یہ ایک اہم قدم ہے اور اس کی تعریف کی جانی چاہئے، ورنہ کون دوسرے کا بوجھ اٹھاتا ہے، سیاسی گلیاروں میں ایسی مثالیں عنقا ہیں۔

باہم دست وگریباں

مرکزی تحقیقاتی ایجنسی (سی بی آئی) ان دنوں ہر طرف موضوع گفتگو ہے، دو اعلیٰ افسروں کی باہمی چپقلش اور ان کی داخلی جنگ نے پوری ایجنسی کے وقار کو داؤ پر لگا دیا ہے، یہ آپس میں اس طرح دست وگریباں ہوئے اور ایک دوسرے کے خلاف محاذ کھولا کہ معاملہ خصوصی ڈائرکٹر پر ایف آئی آر تک جا پہونچا، جس میں تین کروڑ روپئے رشوت لینے کا الزام خصوصی ڈائرکٹر پر لگایا گیا ہے، جب کہ خصوصی ڈائرکٹر راکیش استھانا نے ڈائرکٹر آلوک ورما پر اسی معین قریشی والے مقدمہ میں دو کروڑ روپئے رشوت کے طور پر لینے کا الزام لگایا، یہ الزام انہوں نے اپنے ایک خط میں لگایا ہے، جو مرکزی وزارت کے سکریٹری کے نام لکھا گیا ہے، اس صورت حال میں اس ادارہ کی ساکھ کو بچانے کے لیے ضروری ہو گیا تھا کہ دونوں کی چھٹی کر دی جائے، چنانچہ مرکزی حکومت نے ان کی چھٹی تو نہیں کی البتہ لمبی چھٹی پر بھیج دیا ہے، اور جوائنٹ ڈائرکٹر ایم ناگیشور راؤ کو عبوری طور پر اس تحقیقاتی ایجنسی کا سربراہ بنا دیا ہے۔ انہوں نے چارج لے کر کام شروع کر دیا ہے، کئی افسران اور کارندوں کے تبادلے کر دیے گئے ہیں۔ جناب ناگیشور راؤ اڈیشہ کیڈر کے ۱۹۸۶ء بیچ کے ہیں اور حکومت کے خاص معتمد سمجھے جاتے ہیں۔

سی بی آئی کے آپسی جھگڑے اور الزام تراشی کی حقیقت کیا ہے، اس کی جانچ مرکزی وجیلینس کمپنی کی نگرانی میں ایک خصوصی جانچ ٹیم (ایس آئی ٹی) کی تشکیل عمل میں آئی ہے، یہ جانچ کتنی لمبی چلے گی اور نتیجہ کیا سامنے آئے گا، یہ کہنا ذرا مشکل ہے، ممکن ہے کہ ۲۰۱۹ء کا انتخاب نکل جائے اور لوگ منتظر ہی رہیں۔

نتیجہ جو کچھ بھی آئے الزامات اور جوابی الزامات میں سچائی جس قدر بھی ہو، ایک بات پکی ہے کہ اس ادارہ پر جو لوگوں کو اعتبار واعتماد تھا اس کو کافی نقصان پہونچا ہے، پہلے لوگ کسی بھی معاملہ کی جانچ سی بی آئی کے حوالہ کرنے پر زور دیتے تھے، تحریک چلاتے تھے اور سوچتے تھے کہ سی بی آئی جانچ کرے گی تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی سامنے آجائے گا۔ اب یہ اعتماد ٹوٹ گیا ہے، اعتماد برسوں کی محنت سے بنتے ہیں، اور کوئی ایک واقعہ برسوں کی اس محنت کو برباد کر کے رکھ دیتا ہے، عبوری ڈائرکٹر ناگیشور راؤ کو اس اعتبار واعتماد کو قائم کرنے میں پھر سے برسوں لگ جائیں گے۔

یادوں کے چراغ

حضرت مولانا عمار احمدؒ۔ زندگی کے چند نقوش

رضوان احمد ندوی سب ایڈیٹر ہفتہ وار نقیب امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

شہر الٰہ آباد کے ایک صاحب نسبت بزرگ عالم دین، دیوبند کے اسلاف واکابر کی روش کے چھوڑے ہوئے نقوش کے محافظ وامین، جامعہ اسلامیہ افضل المعارف وصی آباد، الٰہ آباد کے بانی ومہتمم ہمارے مخدوم ومحترم حضرت مولانا عمار احمد بن مولانا عبدالغفار اعظمی کئی دنوں کی موت وحیات کی کش مکش کے بعد بالآخر ۱۸/ اکتوبر ۲۰۱۸ء کی شب میں اس دارفانی کو خیرباد کہتے ہوئے عالم جاودانی کی طرف کوچ کرگئے، "کل من علیھا فان ویبقی وجہ ربك ذو الجلال والاکرام۔"

ان کی نماز جنازہ بعد نماز مغرب جامعہ اسلامیہ کے احاطہ میں ان کے صاحبزادے مولانا افضال احمد صاحب نے پڑھائی، جس میں مدرسہ کے فیض یافتہ فضلاء وعلماء کے علاوہ کثیر تعداد میں شہر وبیرون شہر کے فرزندان توحید نے شرکت کی اور شب کے ۸/ بجے کریلی پاور ہاؤس قبرستان میں ان کے محبین ومتوسلین نے پرنم آنکھوں سے سپرد خاک کردیا، "منھا خلقناکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃ اخری۔"

حضرت مولانا عمار احمد علیہ الرحمہ کا شمار ملک کے معدودے چند ممتاز علماء وصلحاء میں ہوتا تھا، ان کی ساری زندگی اسلامی تعلیمات کی تبلیغ واشاعت اور درس وتدریس میں گذری وہ اپنے علم وفضل، زہد وتقویٰ، ملی غیرت وحمیت اور دینی خدمات کی بنا پر ہر مکتب فکر میں قدر واحترام کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے، اس قحط الرجال کے دور میں مولانا کی وفات علم واخلاق کا بہت بڑا سانحہ ہے، رحمۃ اللہ رحمۃ واسعہ۔

مولانا مرحوم اعظم گڈھ کے مردم خیز قصبہ گھوسی میں ۳/ فروری ۱۹۴۱ء میں پیدا ہوئے، ان کا پورا گھرانا علم وادب کا گہوارہ تھا، چنانچہ ابتدائی تعلیم مدرسہ ناصر العلوم میں اپنے جد امجد حضرت مولانا محمد علیؒ کے زیر سایہ حاصل کی، پھر حفظ مکمل کیا بعد ازاں مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہؒ کی تربیت میں رہ کر درسی کتابوں سے خوب استفادہ کیا، ان سے عربی درجات کی بہت سی معیاری کتابیں پڑھیں، مسیح الامت سے ایسی قربت تھی کہ ناواقف لوگ آپ کو ان کا فرزند تصور کرتے تھے، اس عہد کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا عمار احمدؒ نے خود لکھا کہ "عمر کا جو حصہ حضرت والا کی خدمت میں گذرا اسی کو حاصل زندگی اور اصل پونجی شمار کرتا ہوں اور المرء مع من احب کے بموجب آپ کی محبت کو وسیلۂ نجات یقین کرتا ہوں۔"

تعلیم سے فراغت کے بعد ۴/ مارچ ۱۹۶۲ء کو رشتۂ ازدواج سے منسلک ہوئے، گورکھپور کے ایک بافیض عالم دین حضرت مولانا امجد اللہ صاحب کی صاحبزادی سے مسیح الامت نے آپ کا نکاح پڑھایا، یہ مبارک تقریب بھی نہایت ہی سادگی کے ساتھ سنت وشریعت کے مطابق انجام پائی، دونوں نے تقریبا ۴۸/ سال تک خوشگوار ازدواجی زندگی گذاری، غالبا ۲۰۰۸ء میں آپ کی اہلیہ نے داغ مفارقت دیدی، مرحومہ ایک دیندار اور خدا رسیدہ خاتون تھیں اللہ نے ان سے ۱۰/ صالح اولادیں عطا کیں جو سب دینی وملی خدمات میں لگی ہوئی ہیں، بہرحال مولانا مرحوم درس وتدریس سے جڑے رہے، کئی سال تک بخشی بازار میں وصیۃ العلوم اور بیت المعارف میں تدریسی خدمات انجام دیں اور امہات الکتب پڑھائی، پھر شہر الٰہ آباد کے مخلصین ومحبین کے اصرار پر وصی آباد میں ۱۸/ مارچ ۱۹۸۲ء میں جامعہ اسلامیہ افضل المعارف کے نام سے ایک دینی درسگاہ کی بنا ڈالی، اور اس کو خون جگر سے ایسا سینچا کہ یہ ننھا پودا ثمرآور درخت کی مانند ترقی کے بام عروج پر جا پہونچا، آپ کی کوششوں اور کاوشوں سے اس کی تعلیمی شہرت دور دور تک پھیلی، یوپی سے زیادہ بہار کے طلبہ کا رجوع عام ہوا، پہلے ابتدائی عربی درجات اور حفظ قرآن پاک کی تعلیم ہوتی تھی پھر دورہ حدیث شریف تک تعلیم ہونے لگی، آپ خود بھی اہتمام کی ذمہ داریوں کے ساتھ بہت سی چھوٹی بڑی کتاب پڑھایا کرتے تھے، ان کی قوت تدریس بھی حیرت انگیز تھی، قدرت نے افہام وتفہیم کی بے پناہ صلاحیت ودیعت کررکھی تھی، میں نے دیکھا کہ ایک دن میں مختلف درجوں اور جماعتوں کو پڑھادیا کرتے تھے، انہوں نے ایک عرصہ تک بخاری شریف کا بھی درس دیا، مولانا مرحوم فطری طور پر بہت اچھے منتظم واقع ہوئے تھے، اس لئے آپ کی انتظامی صلاحیت کے بڑے بڑے معاصر علماء وصلحاء معترف ومداح تھے، حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندوی، محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب آپ کی علمی وفکری اور انتظامی صلاحیتوں کے قدرداں تھے اور مولانا مرحوم کو بھی ان بزرگوں سے حد درجہ عقیدت مندانہ قلبی تعلق تھا، ان بزرگوں کی دعائیں اور توجہ انہیں حاصل تھیں، مولانا تعلیم کے ساتھ ساتھ طلبہ کی تربیت پر بھی خاص نظر رکھتے۔ آپ کا عارف باللہ حضرت مولانا محمد احمد پرتاپ گڈھی (المتوفی ۱۹۹۱ء) سے بیعت وارشاد کا اصلاحی تعلق قائم تھا ان سے چاروں سلسلہ کی باقاعدہ اجازت حاصل تھی۔

مولانا مرحوم کا امارت شرعیہ پھلواری شریف سے بھی بڑا گہرا لگاؤ تھا وہ اپنے مدرسہ کے جلسہائے دستار بندی میں امیر شریعت حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب اور دوسرے اکابر کو شرکت وخطاب کی دعوت دیتے تھے اور ہمارے اکابر بھی مولانا مرحوم کی محبت میں شرکت فرماتے اور خطاب کرتے پھر مولانا طلبہ سے ملاقاتیں بھی کرواتے ان کے مدرسہ میں بہار کے مختلف اضلاع کے معتد بہ طلبہ زیر تعلیم ہیں، جن کے ساتھ مولانا بڑی محبت اور شفقت سے پیش آتے اور ان میں ہونہار اور محنتی طلبہ کی رہنمائی بھی فرماتے، اس طرح سے طلبہ بھی جلد ہی ان کی توجہ کا مرکز بھی بن جاتے تھے ان کے خصوصی شاگردوں میں مولانا عتیق اللہ قاسمی امام وخطیب جامع مسجد فقیر واڑہ پٹنہ اور مولانا رضوان احمد بردونی کا نام لیا جاسکتا ہے، اس طرح ان کے شاگردوں کی ایک بڑی تعداد ہے جو سب اپنی اپنی جگہ دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد جن چیزوں کا اجر پہونچتا رہتا ہے ان میں سے ایک علم نافع بھی ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی ان خدمات کو ان کے لئے صدقہ جاریہ بنائے اور ان کے لئے نجات کا باعث بنائے، مولانا کو دینی وملی کاموں سے بھی بڑی دلچسپی تھی۔ وہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی دعوت پر بورڈ کے عام اجلاس میں بھی کبھی کبھی مدعو خصوصی کی حیثیت سے شرکت فرمایا کرتے تھے۔ اور بورڈ کی تحفظ شریعت تحریک کو مضبوط بنانے کے لئے کوشاں رہتے۔ مولانا مرحوم کی ایک سب سے بڑی خوبی یہ تھی کے ان کے اندر تواضع وانکساری حد درجہ تھی، وہ اپنی ذات کے لئے جتنے منکسر المزاج تھے اتنا ہی دوسروں کا احترام واکرام کرتے تھے، جس کا متعدد بار مشاہدہ ہوا، ان سے میری پہلی ملاقات ۱۹۹۳ء میں الٰہ آباد میں ہوئی، یہ ان کی پاکیزہ نفسی تھی کہ مجھ جیسے گنہگار شخص سے انتہائی شوق ومحبت کے ساتھ ملے اور فرمایا کہ مجھے تمہارے آنے کی اطلاع مل گئی تھی، میں اسی وقت سے دعاء کررہا ہوں پھر بے پناہ شفقت کا معاملہ فرمایا، دودنوں کے قیام کے دوران بہت عمدہ ضیافت کی، مہمان نوازی اور ضیافت ان کی فطرت ثانیہ تھی وہاں کے قیام کے دوران نگاہوں نے یہ منظر کئی بار دیکھا اس کے بعد دو تین سال کے فصل سے کہیں نہ کہیں آمنا سامنا ہوجاتا تھا، جب بھی ملاقات ہوتی، طبیعت میں انشراح پیدا ہوجاتا جب وہ نشاط کی حالت میں ہوتے تو بزرگوں کے سبق آموز واقعات سناتے خود بھی لطف اندوز ہوتے اور مجلس میں موجود لوگوں کو بھی محظوظ فرماتے۔

اس وقت ان کے سنائے ہوئے کئی پسندیدہ واقعات ذہن ودماغ میں گردش کررہے ہیں جس کو طوالت کے باعث صرف نظر کررہا ہوں، یقین مانئے کہ وہ خوش اخلاق، ملنسار اور ہنس مکھ عالم دین تھے ان کے لب ولہجہ میں شائستگی اور ان کی مسکراہٹ میں بڑی دلکشی اور معنویت تھی، جس سے اپنائیت کا احساس ابھر جاتا تھا، دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے اور پسماندگان، محبین ومتوسلین کو صبر وثبات کی توفیق بخشے اور جامعہ اسلامیہ افضل المعارف الٰہ آباد کو ہر طرح کے شر وفتن اور نظر بد سے محفوظ رکھے، آمین۔

کتابوں کی دنیا

تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ھیں

اصلاح معاشرہ کی شاہ راہ

مبصر: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کی شخصیت ہمہ جہت ہے، اللہ رب العزت نے انہیں گوناگوں صلاحیتوں سے نوازا ہے، وہ بہترین نثر نگار اور اچھے مقرر وخطیب ہیں، ان کی تحریریں دلوں کو گرماتی اور تقریریں اس قدر مؤثر ہوتی ہیں کہ آدمی عمل کے جذبے سے سرشار ہوکر اٹھتا ہے، ان کی خانقاہ میں لوگوں کو دوائے دل ملتی ہے، مقصود سب کا کھوئے ہوئے آہو کو سوئے حرم لے جانا ہے، اللہ رب العزت سے جوڑنا ہے، معاشرہ کو منکرات سے پاک کرنا ہے۔ معاشرہ کی تعمیر وتشکیل صلاحیت کے ساتھ صالحیت پر کرنی ہے، ان امور کی انجام دہی کے لیے حضرت نے ہزاروں تقریریں فرمائیں، اصلاح معاشرہ کے جلسوں کو خطاب کیا اور لوگوں کو بتایا کہ اصلاح معاشرہ کا کام کس طرح کیا جاسکتا ہے اور منکرات سے سماج کو کس طرح پاک وصاف کرنا ممکن ہے۔ ان تمام تقریروں کو جمع کردیا جائے تو کئی ضخیم جلدیں تیار ہوجائیں؛ لیکن ساری تقریریں بڑے اہتمام کے باوجود محفوظ نہیں رہا کرتیں، بہت کم تقریریں ضبط تحریر میں آپاتی ہیں، یا موبائل وغیرہ میں محفوظ کرلی جاتی ہیں، انہیں میں سے چند تقریروں کو محترم حافظ محمد امتیاز رحمانی نے "**اصلاح معاشرہ کی شاہ راہ**" کے نام سے جمع کردیا ہے، وہ خانقاہ رحمانی اور مفکر اسلام کے فدائین میں ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں اس قسم کے کاموں کا خاص ملکہ عطا فرمایا ہے، ان کی تعلیم وتربیت خانقاہ رحمانی میں ہوئی، وہاں کی پاک وصاف فضا میں پروان چڑھے، وہ اس قسم کی چیزوں کو متوسلین، معتقدین، محبین اور عامۃ المسلمین تک پہونچانے کی برابر کوشش کرتے رہتے ہیں، اس توفیق پر انہیں اللہ رب العزت کا شکر گذار ہونا چاہیے کہ اللہ ان سے یہ کام لے رہا ہے، ہم سب ان کے شکر گذار ہیں کہ ان کی توجہ سے نایاب وکم یاب اور بیش قیمت چیزیں مل جاتی ہیں۔

چالیس صفحات پر مشتمل اس کتاب میں حضرت صاحب کے چار خطبات ہیں جو حضرت صاحب نے مختلف موقعوں سے بیگوسرائے، کٹیہار، مونگیر اور حیدرآباد میں دیے ہیں، یہ سارے خطبات اصلاح معاشرہ کے موضوع پر ہیں، پہلے خطبہ کا عنوان "عورت اسلامی تہذیب اور غیر اسلامی تمدن کے درمیان" ہے، جس میں حضرت نے مسلم پرسنل لا کے مقاصد اور نکاح کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے، غلط اور حرام رسموں سے نکاح کو پاک کرنے کی اہمیت بتلائی ہے، اس خطاب میں اسلام سے پہلے لڑکیوں کی حالت، اسلام کی بخشی ہوئی عظمت اور اسلام میں لڑکیوں کے درجے پر آپ نے مدلل اور مؤثر گفتگو فرمائی ہے، جس طرح آزادی کے نام پر عورتوں کا استحصال کیا جاتا ہے، ن کی نسل کشی کی جارہی ہے، اس کا مرقع کامیابی کے ساتھ کھینچا ہے، مغربی ممالک میں عورتوں کی حالت زار پر گفتگو کی ہے اور شادی بیاہ میں حرام خوری کے مزاج کو ختم کرنے پر زور دیا ہے، آپ نے یہ بات واضح طور پر کہی ہے کہ مسلم پرسنل لا بورڈ کی آواز ہر بُرائی کے خلاف ہے اور بُرائی کو روکنا ہماری ذمہ داری ہے۔

دوسری تقریر کا عنوان ہی "اصلاح معاشرہ کیا ہے؟" رکھا گیا ہے، اس میں اصلاح معاشرہ کی اہمیت کا بیان ہے، ساتھ ہی سماج میں ان چیزوں کو رواج دینے کی ضرورت بتائی گئی ہے جو ایک اچھے سماج اور معاشرہ کے لیے انتہائی ضروری ہے، جیسے پاکی وصفائی، نماز کی اصلاح، روایتی نماز سے اجتناب، شادی بیاہ میں نبوی ہدایات کی پابندی کا ذکر کیا گیا ہے، سیرت نبوی کو اپنی زندگی میں داخل کرکے اس دنیاوی زندگی کو بنانے، سجانے اور سنوارنے کی تلقین کی گئی ہے۔

تیسری تقریر میں اصلاح معاشرہ کو جہاد اکبر بتایا گیا ہے؛ کیوں کہ جہاد بالنفس یعنی اپنے آپ سے لڑنا، یہ بڑا جہاد ہے اور اصلاح معاشرہ کا پروگرام اسی جہاد اکبر کی عملی تفسیر ہے، حضرت صاحب نے واضح طور پر یہ بات کہی ہے کہ اتحاد واتفاق سے کام کیا جائے تو کامیابی قدم چومے گی اور معاشرہ کی اصلاح کا کام آسان ہوجائے گا۔

چوتھی تقریر میں بتایا گیا ہے کہ اصلاح معاشرہ کی ذمہ داری کسی خاص فرد کی نہیں؛ بلکہ ہم سب کی ہے، اصل کام دعوت دین ہے، جو نبوی مشن رہا ہے اور جو اس کام سے لگ گیا، وہ داعی بن گیا، اس کے لیے احادیث میں تروتازہ اور سرسبز وشاداب رہنے کی دعا دی گئی ہے، اصلاح معاشرہ کا کام بھی دعوت دین ہے، لوگوں کو یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ آزادی کے نام پر عورتوں کو کمزور کیا جارہا ہے اور یہ کہ اسلامی قوانین عدل وانصاف پر مبنی ہیں اور وہ زندگی کے ہر موقع اور ہر طبقات کے لیے ہر دور میں کارآمد ہیں، عورتوں سے متعلق قوانین کا جائزہ بھی اسی پس منظر میں لینا چاہیے، اسلام میں ذمہ داریوں کی تقسیم میں صلاحیت اور قوت کا خیال رکھا گیا ہے اور عورتوں ومردوں کے لیے میدان کار الگ الگ بتائے گئے ہیں، جو عدل وسماجی ضرورت کے عین مطابق ہیں۔ اس کتاب کی کمپوزنگ مولانا مجاہد الاسلام رحمانی نے کی ہے اور دار الاشاعت امارت شرعیہ کا نام ناشر کے طور پر درج ہے، اس کتاب کا ساتواں ایڈیشن ہے، پہلی طباعت نومبر ۲۰۱۶ء میں ہوئی تھی اور موجودہ اشاعت اپریل ۲۰۱۸ء کی ہے، کتاب خوبصورت چھپی ہے، سرورق دیدۂ زیب ہے، پروف کی غلطیوں سے پاک اس کتاب پر قیمت درج نہیں ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی طلب اور خواہش پر مفت مل سکتی ہے، امارت شرعیہ اور جامعہ رحمانی کے پتے پر دستیاب ہے۔

وقت کو ضائع کرنا سب سے بڑی خودکشی ہے

مولانا محمد اخلاق ندوی

کسی بھی چیز کا ضائع کرنا بری بات ہے، مگر اپنے وقت کو ضائع کرنا، خودکشی کے برابر ہے؛ اس لیے کہ ہم جس کو زندگی کہتے ہیں، وہ وقت سے ہٹ کر کوئی چیز نہیں ہے۔

سب سے بڑی نعمت:

یوں تو انسان کو اللہ تعالیٰ نے بہت ساری نعمتوں سے نوازا ہے، اور ہر نعمت اپنی جگہ پر بے بدل ہے؛ لیکن وقت ایک ایسی نعمت ہے، جو ان نعمتوں میں سب سے بڑھ کر ہے؛ کیوں کہ انسان کی دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی وقت ہی کے صحیح استعمال سے وابستہ ہے، دنیا میں چین وسکون اور حقیقی بلندی سے انہیں کو حصہ ملتا ہے اور کوئی قابل ذکر کارنامہ وہی لوگ انجام دیتے ہیں، جو اپنے عزیز وقت کو کانٹے پر تول کر استعمال کرتے ہیں، اسی طرح آخرت کی فلاح بھی انہیں لوگوں کے لیے ہے، جو اپنے اپنے اوقات خدا کی مرضی کے حصول کے لیے وقف کر دیتے ہیں، اپنے متعلقہ فرائض کو بحسن وخوبی ادا کرتے ہیں اور اپنے اوپر خدا کی عائد کردہ ذمہ داریوں کو سنبھالتے ہیں۔

انسان کی بے حسی:

انسان کی بے حسی بھی کیا بے حسی ہے، وہ اپنی نیند میں خلل برداشت نہیں کرتا، کھانے میں حرج گوارا نہیں کرتا؛ لیکن وقت حرج وہ بہ آسانی قبول کر لیتا ہے، اس عظیم دولت کو وہ بڑی رواداری میں لٹا دیتا ہے، جبکہ ہر چیز کی تلافی ممکن ہے، لیکن گذرے ہوئے وقت کی تلافی کسی طرح ممکن نہیں، ہزاروں لاکھوں روپے صرف کر کے بھی وقت کا ایک لمحہ حاصل نہیں کیا جا سکتا، سکندر اعظم نے مرتے وقت یہ خواہش کی تھی کہ اس کے عوض میں وہ اپنا تمام راج پاٹ نچھاور کر سکتا ہے، لیکن دنیا کی کوئی طاقت اس کی یہ خواہش پوری نہ کر سکی، فلسفی حیران تھے، وزیر دم بخود رہ گئے، وقت کی روانی کو کون روک سکتا ہے، پانی کی روانی کو بند باندھ کر روکا جا سکتا ہے؛ لیکن وقت کی روانی کے آگے کوئی بند کام دے سکتا ہے؟ یہاں تو بس اس کے سامنے صحیح استعمال ہی کا بند باندھ سکتا ہے اور اسی سبیل سے حسرت ویاس سے بچا جا سکتا ہے۔

کامیابی وناکامی کا سبب:

آپ اپنی نگاہوں کے سامنے دو طالب علموں کی مثال لائیے، ایک وہ جس نے امتحان میں اعلیٰ درجہ کی کامیابی حاصل کی ہو اور جس کے علمی ذوق نے ترقی کی ہو، دوسرا وہ جو امتحان میں ناکام رہا ہو اور جس میں علمی ذوق کی پرورش نہ ہوئی ہو اور پھر دونوں کی کامیابی وناکامی کا سبب تلاش کیجئے تو اس کا یہی سبب سامنے آئے گا کہ کامیاب رہنے والے شخص نے وقت کا جائز استعمال کیا تھا اور ناکام رہنے والے شخص نے امروز فردا میں وقت گذارا تھا، ٹال مٹول سے کام لیا تھا، وقت پر اپنی گرفت کو مضبوط نہیں رکھا تھا، سچ ہے کہ وقت ایک دو دھاری تلوار ہے، اس کے دو رخ ہیں، اسی وقت کے جائز استعمال سے ایک طالب علم کامیاب وسرخرو ہوتا ہے اور اسی کے برباد کرنے سے دوسرا طالب علم ناکام ونامراد۔

شخصیت کی بربادی:

اسی طرح آپ اپنی نگاہوں کے سامنے دو آدمیوں کی مثال اور لائیے، ایک وہ جو اپنے بل بوتے پر جی رہا ہو، اپنے دست وبازو کی کمائی کھا رہا ہو اور ایک وہ جو دوسروں کا پس خوردہ کھا رہا ہو اور دوسروں کی دم سے بندھا ہو، پھر اپنے ذہن میں سوال قائم کیجئے کہ ان دونوں میں اتنا بڑا فرق کیوں ہے؟ کہ ایک آدمی عزت وشان کی زندگی گزار رہا ہے اور دوسرا بے عزتی اور بے غیرتی کی، جب کہ دونوں کا تعلق ایک ہی نوع اور ایک ہی قسم سے ہے، یہاں بھی آپ پائیں گے کہ ایک نے اپنے وقت کو کارآمد بنایا تھا اور ایک نے اپنے وقت کو بڑی بے دردی سے ضائع کیا تھا، جس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ ایک کی عزت نفس قائم رہی اور دوسرے کی عزت نفس مجروح ہوگئی، ایک کے نصیب میں امارت ورہبری آئی اور دوسرے کے نصیب میں غلامی وتقلید آئی، ایک کے حصے میں خلق خدا کی محبت آئی اور دوسرے کے حصے میں خلق خدا کے درمیان گمنامی آئی، کیا اس سے بڑھ کر بھی وقت کے ناروا استعمال کسی کے لیے کوئی سزا تجویز کر سکتا ہے کہ ناروا استعمال نے اس کی تمام تر شخصیت ہی کو تہ وبالا کر دیا اور خلق خدا کی نگاہوں میں تو جانے دیجئے خود اپنی نگاہوں میں ذلیل ورسوا کر ڈالا، خود کو احساس کمتری کے بھیانک مرض میں مبتلا کر کے اس کو کہیں کا باقی نہ رکھا، نہ ادھر کا نہ ادھر کا۔

وقت کے مسئلہ کی اہمیت:

حقیقت یہ ہے کہ وقت کا مسئلہ سب سے زیادہ اہم ہے، یہ زندگی کو بنانے اور بگاڑنے والا ہے، یہ آدمی کو صحیح اور غلط رخ دینے والا ہے، اس کے اوپر سوار ہو کر وہ آسمان کے تاروں کے مانند چمک سکتا ہے اور تمام عالم کو نظارہ حسن کی دعوت دے سکتا ہے اور اس کے تلے دب کر وہ ذرے سے زیادہ حقیر اور پامال ہو جاتا ہے اور مچھر سے زیادہ بے قیمت اور بے مایہ، نلسن (Nelson) دنیا کا مشہور ترین آدمی گزرا ہے، یہ کہا کرتا تھا کہ میری کامیابی کا راز صرف یہ ہے کہ میں اپنے ہر کام کے لیے وقت سے پندرہ منٹ پہلے تیار ہو جایا کرتا تھا، لارڈ میلورنی کا قول ہے کہ ایک نوخیز نوجوان کے کانوں میں صرف ایک ہی بات پڑنی چاہیے اور وہ یہ کہ زندگی میں تمہیں آپ اپنی راہ بنانی ہے، فاقہ مست ہو کر زندگی گذارتے ہو یا شکم شیر ہو کر، یہ تمام تر تمہاری اپنی ذاتی کوششوں پر موقوف ہے۔

ذہانت اور صلاحیت کا راز:

وقت کی اہمیت کو مزید ذہن نشیں کرنے کے لیے آپ ایک ذہین اور ایک غیر ذہین، ایک باصلاحیت اور ایک بے صلاحیت، ایک موثر اور ایک غیر موثر کو اپنے مطالعے اور غور وفکر کا موضوع بنائیے، یہاں بھی حیرت انگیز طور پر آپ کے سامنے یہ بات آئے گی کہ ایک ذہین اس لیے ذہین ہے کہ وہ محنتی ہے، مستقل مزاج ہے، اپنی زندگی کے عزیز لمحات کو ناپ تول کر صرف کرنے والا ہے، بلندیوں کا شائق ہے، بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرنے والا ہے، حقیقتوں کا متلاشی ہے، کسی کام کا آغاز عزم اور حوصلے سے کرتا ہے اور امید کا دامن کسی حال میں نہیں چھوڑتا ہے، وقت سے کبھی ہار نہیں مانتا، ایک باصلاحیت اس لیے باصلاحیت ہے کہ اس نے مسلسل محنت سے اپنی طبیعت کے فساد کو دور کر دیا ہے اور صلاحیت کو اپنے حق میں رام کر لیا ہے، ایک موثر اس لیے موثر ہے کہ ابتدا میں وہ متاثر رہا ہے، اس نے اپنے گرد وپیش پھیلی ہوئی حسین کائنات کے حسن کو قبول کیا ہے، تاثیر والوں کی صحبت اٹھائی ہے اور اپنے وقت کا ایک بڑا حصہ قوموں کے عروج وزوال کے مطالعے میں صرف کیا ہے، یا کسی بھی فن کے حصول میں لگایا ہے، اس کے برعکس ایک غیر ذہین آدمی کیوں ہے؟ بے صلاحیت کیوں ہے؟ غیر موثر کیوں ہے؟ اس لیے کہ وہ تمام عمر وقت کے رحم وکرم پر رہا ہے، اس کے چشم وابرو کو تکتا رہا ہے، اس نے وقت کو نہیں گذارا ہے، بلکہ وقت نے اس کو گذارا ہے، حالات ومشکلات کا اس نے مردانہ وار مقابلہ نہیں کیا، بلکہ اس نے اپنی عافیت اسی میں سمجھی ہے کہ وقت کا بہاؤ اسے جہاں چاہے بہا کر لے جائے، اس کے لاابالی پن کا یہ عالم ہوتا ہے کہ کبھی وہ اپنے اوپر اثر ڈالنے والی چیزوں کے قریب نہیں جاتا ہے، جاتا بھی ہے تو سرسری گذر جاتا ہے، وہ اپنے آپ سے اتنا مغلوب ہوتا ہے کہ اپنی طبیعت پر اپنی عقل کو کبھی حاکم نہیں بنا پاتا ہے، وہ ایسا بزدل ہوتا ہے کہ نفس کی ادنی سی طلب کو مقصد کے نام پر قربان نہیں کر پاتا ہے، وہ اتنا پست ہمت ہوتا ہے کہ راہ کا ایک کانٹا بھی اس کو منزل سے دور کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے، وہ تو بس موج مستی کی زندگی گزارنا چاہتا ہے، اس کا فلسفہ زندگی یہ ہوتا ہے۔

بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

اس کا مقولہ یہ ہوتا ہے کہ زندگی کا گذر جانا اور وقت کا کٹ جانا خود ایک بہت بڑا کام ہے، وہ اپنی خواہشات اور مرغوبات کے چنگل میں ایسا پھنسا ہوتا ہے کہ زندگی کو کامیاب بنانا اور وقت پر حکمرانی کر کے نوع انسانی کی خدمت بجالانے کی اپنے اندر سکت ہی نہیں پاتا ہے، وہ عیش وآرام کا ایسا دلدادہ ہوتا ہے کہ وہ راہ عمل کی طرف قدم بڑھا کر اپنے آپ کو تجربہ کار اور ذہین بنانا ہی نہیں چاہتا ہے، ہاں حالات کا شکوہ کر کے آنسو بہانا خوب جانتا ہے۔

غیر معمولی ذہانت کی کہانی:

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ جہاں وقت کا احترام اور وقت کا پاس ولحاظ نہیں، وہاں ذہانت، صلاحیت، تاثیر کا وجود کبھی نہیں ہو سکتا ہے، ان چیزوں کو اپنے دامن کی زینت بنانے کے لیے ٹھوس کام، صحیح محنت اور مسلسل جانفشانی بنیادی چیز ہے، کوئی کتنا ہی غیر معمولی دل ودماغ فطرت کی جانب سے لے کر کیوں نہ آیا ہو، اگر وہ جفاکش اور مستقل مزاج نہیں، باہمت اور باحوصلہ نہیں تو اس کی عبقریت اور غیر معمولی ذہانت اسے زندگی میں کبھی کامیابی وکامرانی سے ہم کنار نہیں کر سکتی، ذہانت وقت کے صحیح استعمال سے الگ ہٹ کر کوئی چیز نہیں؛ بلکہ مسلسل محنت اور وقت کا صحیح استعمال ہی ذہانت ہے، تاریخ کے صفحات میں انہیں لوگوں نے جگہ پائی ہے اور دنیا کے بڑے آدمی عموماً وہی ہوتے ہیں جنھوں نے عمل پیہم کو اپنا شعار بنایا، جنھوں نے بہار اور خزاں ہر ایک سے کام لیا، زندگی کے سرد وگرم کو چکھا، خشک اور تر حالات سے گزرے، مگر اپنے نصب العین سے دستبردار ہونے کے لیے نہ تیار ہوئے، انہوں نے اس حقیقت کو پیش نظر رکھا۔

طول غم حیات سے گھبرا نہ اے جگر
ایسی بھی کوئی شب ہے کہ جس کی سحر نہ ہو

تاریخ انسانی ایسے لوگوں کی مثالوں سے خالی نہیں، جو اپنی ذاتی محنت اور اپنے حسن عمل سے کہیں سے کہیں پہونچ گئے، انہوں نے جنم تو لیا ایک معمولی گھرانے میں؛ لیکن اپنے کردار کو سجا کر بن گئے ایک غیر معمولی آدمی، اسی لیے بریسیڈنٹ ڈونٹ غیر معمولی ذہانت کی تعریف میں کہا کرتا تھا کہ وہ جدوجہد کرنے کی قوت وصلاحیت کا نام ہے، حقیقت یہ ہے کہ غیر معمولی ذہانت کی اگر کوئی کہانی بیان کی جا سکتی ہے تو وہ کہانی ہوگی وقت کی سامنے سپر نہ ڈالنے کی، تندہی باد مخالف کی پروا نہ کرنے کی، مشکلات وموانع کے مواقع کے مقابلے میں ثابت قدم رہ کر مسلسل جدوجہد کی۔

تندی باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

وقت کے ضیاع سے کیسے بچا جائے:

اب سوال یہ ہے کہ وقت کو ضائع ہونے سے کیسے بچایا جائے، تو اس سلسلہ میں اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ ایک بندوق چلانے والا اپنے کارتوس کو ضائع ہونے سے کیسے بچا سکتا ہے؟ اسی طرح نشانہ لگا کر کارتوس چلائے، ایک مسافر اپنی منزل تک کیسے پہونچ سکتا ہے؟ اسی طرح راہ کی ہر دشواری کو پہونچنے کی خوشی میں صبر وضبط کے ساتھ برداشت کرتا رہے، پس وقت کو برباد ہونے سے اسی طرح بچایا جا سکتا ہے کہ اپنے آپ کو مقصد سے وابستہ کیا جائے، اپنے سامنے ایک منزل رکھی جائے، اس کا جنون اپنے اوپر طاری کیا جائے اور پھر اس انداز سے منزل کی طرف پیش قدمی شروع کی جائے کہ منزل تک پہونچنے کا پورا یقین ہو، راہ کے ہر روڑے سے ٹکرانے کا عزم ہو، اپنی صلاحیتوں کی طرف سے بھرپور اطمینان ہو، خواہ اعتمادی کی دولت سے دل سرشار ہو، ہر طرح کی قربانی دینے کا جذبہ اندرون میں کارفرما ہو۔

چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موج حوادث سے
اگر آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہو جائے

دوسری قسط

اصحاب فیل پر کس ذریعہ سے عذاب بھیجا گیا؛ ایک تحقیقی جائزہ

مفکر اسلام امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ

عہد جاہلیت میں شاعری نام تھا شکوہ الفاظ کا، تمام کے تمام شعرا کا دائرہ فکر محدود اور روئے سخن محدود ہوا کرتا تھا، اس دور میں ممدوح کی تعریف، محبوب کی توصیف اور اپنے قبیلہ اور خاندان کے کروفر، ہمت وشجاعت کا بیان ہی شاعری کا مجموعہ تھا اور ان چیزوں کے بیان میں بھی غیر معمولی مبالغہ سے کام لیا جاتا تھا، شعراء جاہلیت اپنے ممدوحوں کو جس انداز سے پیش کیا ہے، اس سے اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ اس کے ممدوح عظیم تھے، یا شاعر کے الفاظ نے انہیں عظیم بنادیا، محبوب کی تعریف میں آسمان وزمین کے قلابے ملائے گئے، جس کا وجود شاعر کے عالم تخیل کے سوا کہیں نہیں ہوسکتا، مبالغہ آمیزی کا یہ رنگ قبیلے کے مفاخر کے بیان میں بھی بہت زیادہ حصہ لیا ہوا تھا، ہر قبیلہ کے شاعر اپنے قبیلہ کی تعریف کرنا چاہتا کہ دوسرے اس کے مقابلہ میں بونے نظر آنے لگیں، ہجو یہ شاعری میں جو عہد جاہلیت کی شاعری کا اہم عنصر ہے، یہی ذہن کام کرتا نظر آتا ہے، اس دور کی شاعری کی بنیاد حقائق وواقعات یا کسی مرتب فکر پر نہ تھی، بلکہ تصورات وتخیلات پر تھی، ان میں واقعات بیان نہیں کئے جاتے؛ بلکہ گھڑے جاتے تھے، وہاں اس چیز کی کوشش نہ تھی کہ صورت حال بیان کی جائے، کوشش یہ ہوتی کہ شاعر اس قبیلہ اور ممدوح کے لیے سرمایہ ادب کے لیے تو سند بن سکتی ہے، اس سے اس دور کی تہذیبی وثقافتی رجحانات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، مگر اس میں ٹھوس معنویت اور مقصدیت کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا اور نہ اس قدم کی شاعری کی بنیادی تاریخی حقائق کا پتہ لگایا جاسکتا ہے، اس قسم کی شاعری زبان کا چٹخارہ تو بن سکتی ہے، علم وتحقیق نہیں۔

واقعہ فیل کے سلسلہ کی روایات خواہ ضعیف ہوں یا قوی، یہ بہرحال ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ان میں شاعری سے بہت زیادہ واقفیت اور صحت ومعنویت پائی جاتی ہے؛ اس لیے روایات سے اخذ کئے ہوئے کسی واقعہ کی تفصیل میں خامیاں بھی ہوں تو ان کی اصلاح کے لیے اشعار سے کام نہیں چل سکتا۔ روایات کی سند ومتن پر جرح وتنقید ہی کے ذریعہ واقعہ کی حد تک پہونچا جاسکتا ہے اور خامیاں دور ہوسکتی ہیں، شعراء جاہلیت کے اشعار نے اس قسم کے تحقیقی کاموں کے لیے کہے اور ان سے روایات کی تحقیق کا کام لینا چاہیے۔ علامہ فراہی نے جنہیں قدرت نے عربی ادب اور بالخصوص شعراء جاہلیت کے کلام پر غیر معمولی قدرت دی تھی، واقعہ فیل کی تحقیق میں بنیاد اسی شاعری کو بنایا ہے اور روایات سے ہٹ کر انہوں نے واقعہ کی تہہ تک پہونچنے کی کوشش کی ہے؛ اس لیے ان کی پیش کردہ تحقیق تیرہ سو سال قبل کی تشریح کے خلاف ہے، تحقیق کا یہ انداز تاریخی یا دینی حقائق کے بارے میں نہ صرف یہ کہ صحیح نہیں؛ بلکہ تحقیق کے اصول کو ایسے راستہ سے آشنا کرتا ہے، جس پر چل کر ایک محقق غلطیوں کے گڑھے میں گر جاتا ہے، یہ تو تھی علامہ فراہی کی تحقیق کی بنیادی کمزوری، اب ہم واقعہ فیل سے متعلق ان کی دونوں تحقیق سے بحث کریں گے۔

مفسرین اور مورخین نے ابرہہ کے حملے کے اسباب، اہل مکہ کا جنگ سے فرار اور عبدالمطلب کی ابرہہ سے گفتگو کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، علامہ فراہی اس کو صحیح نہیں سمجھتے، انہوں نے ان کے غلط ہونے کی تین بنیادی وجہیں بیان کی ہیں، فرماتے ہیں: ”ابرہہ کے حملے کی یہ وجہ بتائی گئی ہے کہ وہ عربوں سے ناراض ہوگیا تھا، اسی وجہ سے اس نے عربوں پر حملہ کردیا تھا؛ لیکن حملہ کے اس سبب اور اہل مکہ کے فرار اور ابرہہ اور عبدالمطلب کی گفتگو سے متعلق جو حالات وواقعات بیان کئے گئے ہیں، سب یک قلم بے بنیاد ہیں، از روئے سند ان میں ایک روایت بھی قابل اعتماد نہیں ہے، یہ تمام روایات ابن اسحاق پر ختم ہوتی ہے اور اہل فن کے نزدیک یہ امر طے شدہ ہے کہ وہ بے ہودہ اور غیر ثقہ راویوں سے روایت کرتے ہیں، نیز دوسری روایت سے جو ان کی تردید ہوتی ہے اور عربوں کا مشہور کیرکٹر بھی ان باتوں سے اباء کرتا ہے“۔ (ص:۴۵)

(۱) کسی بھی روایت کو صرف اس لیے یک قلم بے بنیاد قرار دینا صحیح نہیں ہے کہ اس کے راوی ابن اسحاق ہیں، اصحاب جرح وتعدیل نے گو ابن اسحاق کی تضعیف کی ہے؛ مگر دیکھنا یہ چاہیے کہ اصحاب جرح وتعدیل نے کس قسم کی روایات کے سلسلہ میں ابن اسحاق کی تضعیف کی ہے۔

جن لوگوں کی اس فن پر نظر ہے، وہ جانتے ہیں کہ ابن اسحاق کی احکام وتشریح شریعت سے متعلق روایتوں کو ہی کمزور کہا گیا ہے، مغازی، سرایا اور جنگوں کے سلسلہ کی روایتوں کو کسی نے بے اصل قرار نہیں دیا ہے؛ بلکہ اس میں ان کی حیثیت سند کو تسلیم کی ہے، چنانچہ جو روایتیں مغازی وغیرہ سے متعلق ان سے نقل کی گئی ہیں، اصحاب جرح نے بھی ان کو بڑی اہمیت دی ہے۔

(۲) رہی بات یہودیوں اور غیر ثقہ راویوں سے روایت لینے کی تو یہ چیز اسی وقت مضر ہوتی ہے، جب یہودی اور ثقہ حضرات ابرہہ کے حامی ہوتے، مگر خود علامہ فراہی نے تسلیم کیا ہے کہ پورا عرب ابرہہ کا مخالف تھا، اس میں مشرکین بھی تھے اور یہودی بھی، پھر کوئی وجہ نہیں کہ یہودی خواہ مخواہ ابرہہ کے دامن سے ظلم کے دھبوں کو دھونے کی کوشش کرتے، حملے کے اسباب گڑھتے اور ابرہہ کو کسی درجہ کا کام عیسائی حضرات کر سکتے تھے؛ کیوں کہ ابرہہ عیسائی تھا اور اس نے عیسائیت کی بڑی خدمت کی تھی، مگر علامہ فراہی نے یہ نہیں لکھا کہ ابن اسحاق نے عیسائیوں سے روایت لی ہے۔

(۳) یہ بھی صحیح نہیں کہ حملہ کے اسباب اہل مکہ کا جنگ سے فرار اور عبدالمطلب کی ابرہہ سے گفتگو سے متعلق جس قدر روایتیں ہیں، سب میں ابن اسحاق ہی واسطہ ہیں، بلکہ ایسی بھی روایتیں ہیں جن میں ان تفصیلات کا ذکر ہے مگر ان میں ابن اسحاق کا واسطہ نہیں ہے۔ خود علامہ نے انہیں سطروں میں تحریر فرمایا کہ دوسری روایات سے بھی ان کی (ابن اسحاق) کی تردید ہوتی ہے، دوسری روایتوں سے ابن اسحاق کی روایتوں کی تردید یا تصدیق، اتنی بات علامہ کے قلم سے واضح ہوگئی کہ اس سلسلہ میں دوسری روایتیں بھی ہیں، جن میں راوی ابن اسحاق نہیں ہیں۔

(۴) علامہ فراہی نے تحریر فرمایا ہے کہ ابن اسحاق کی روایتوں کی تردید دوسری روایتوں سے ہوتی ہے، مگر انہوں نے درمنثور کی ایک روایت نقل کی ہے اور اس کے بارے میں خود ان کی رائے یہ ہے کہ اس کی لغویت بالکل واضح ہے۔

علامہ فراہی علیہ الرحمہ کی نظر میں جو چیز بری طرح کھٹکتی ہے اور جو چیز انہوں نے روایات کے غلط ہونے کی مضبوط دلیل کی حیثیت سے پیش کی ہے، وہ یہ ہے کہ ان روایات سے پتہ چلتا ہے کہ قریشیوں نے خانہ کعبہ کے تحفظ کے لیے کچھ نہ کیا، یہ نہایت ذلت کے ساتھ راہ فرار اختیار کی، جب کہ عرب جنگ جو تھے وہ مرنا اور مارنا جانتے تھے، ان میں غیرت وحمیت کوٹ کوٹ کر بھری تھی، خصوصا قریشیوں کی غیرت ایک مشہور اور مسلمہ حقیقت ہے، ان روایتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے، وہ عام مزاج کے خلاف ہے، اس لیے یہ روایتیں صحیح نہیں ہیں، عربوں کی جنگ آمیز طبیعت اور نبرد آزمائی فطرت کی حقیقت ہے، عربوں میں معمولی باتوں پر برسوں جنگ جاری رہتی تھی، ان کی غیرت وحمیت مشہور ہے، وہ لڑنا مرنا بھی جانتے تھے، لیکن وہ مٹنا نہیں جانتے تھے، وہ اسے پسند نہیں کرتے تھے کہ پورے خاندان یا قبیلہ کی غیرت وحمیت کو بھینٹ چڑھا دیا جائے اور جنگ کو اتنا شدید بنادیا جائے کہ اس کے بارے میں پورا خاندان مکمل ویرانی کا شکار ہوجائے، یہی وجہ ہے کہ جب کسی قبیلہ عرب کا کسی دوسرے قبیلہ سے ٹکراؤ ہوتا ہے اور حریف زیادہ مضبوط ہوتا تو خود جنگ کرنے کی وصیت کرتا اور بچوں کو دشمنوں کی نشاندہی کر کے یہ کہتا ہے جب تمہیں طاقت میسر ہو تو ان سے بدلہ لے لینا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابرہہ کے لشکر کی تعداد اور ان کے ساز وسامان کا اندازہ کر کے قریشیوں میں مقابلہ کی ہمت باقی نہ رہی، انہوں نے محسوس کیا کہ جس طرح بعض دوسرے قبائل عرب ابرہہ کے مقابلہ میں ناکام رہے، انہیں بھی ناکامی کا منہ دیکھنا ہوگا، وہ یہ بھی سمجھے کہ مقابلہ کے نتیجہ میں ہلاکت وبربادی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا، شکست فاش یقینی ہے، مجبوری وبے چارگی کا اندازہ خود عبدالمطلب کے ان اشعار سے بھی ہوتا ہے جو انہوں نے اس وقت پڑھے تھے

لاهم ان المرء يمنع رحله ☆فامنع حلالک

(اے اللہ! ہر شخص اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما۔)

(علامہ فراہی نے اس شعر کا یہ ترجمہ کیا ہے: اے خدا آدمی اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے لوگوں کی حفاظت کر، علامہ فراہی نے رحل کا ترجمہ اہل، رحل کے معنی کجاوہ، قیام گاہ اور منزل کے ہیں۔)

لا يغلبن صليبهم ومحالهم☆ ابدا محالک

(ان کی صلیب اور قوت تیری قوت پر غالب نہ ہو۔)

ان كنت تاركهم وكعبتنا☆فأمر ما بدا لک

(اگر تو ان سے اور ہمارے قبیلہ سے بے پرواہے تو وہی کر جو چاہتا ہے۔)

یہ تینوں اشعار عبدالمطلب کی ذہنی کیفیت کے آئینہ دار ہیں، پہلے شعر سے قریش کی بے چارگی اور مقابلہ کی تاب نہ لانے کی صلاحیت، دوسرے شعر سے ابرہہ کے لشکر کی قوت کا احساس اور اس سے خوف اور تیسرے شعر میں عرض والتجا اور ناامیدی کے عالم میں خدا کے سپرد کرنے کا جذبہ پورے طور پر نظر آرہا ہے۔ ناکام ہوجانے کا یہی وہ احساس تھا جس نے قریش کو مکہ سے باہر جانے اور خانہ کعبہ کو خدا کے بھروسہ چھوڑ دینے پر مجبور کیا، قریش پہاڑیوں پر چلے گئے اور آنے والے ہولناک واقعہ کا انتظار کرنے لگے اور پھر خدا تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ظہور اس انداز میں ہوا جس کا تذکرہ تفسیر وسیرت کی کتابوں میں ملتا ہے۔

علامہ فراہی نے یہ بھی فرمایا کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ قریش ہمتیں ہار چکے تھے تو کیا سارے کا سارا عرب ہمت ہار گیا تھا، پورے عرب میں ابرہہ کے خلاف برہمی تھی، حج کا موسم تھا، ابرہہ کے حملہ کے وقت حجاج مراسم حج میں مشغول تھے، پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ سارا عرب خاموش تماشائی بن کر ابرہہ کے حملہ کو برداشت کرتا رہتا؛ اس لیے یہ روایات اصل واقعات سے دور ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ابرہہ کا مقابلہ عربوں نے کیا، لڑائی ہوئی اور عربوں نے داد شجاعت دی، اس کی تائید میں علامہ فراہی نے ذوالرملہ کے اشعار پیش کئے ہیں

وابهة اصطادت صدور رماحنا☆جهار او عثنون العجاجة اكدر

(اور ہمارے نیزوں نے علانیہ ابرہہ کا شکار کیا اور فضا میں کثیف غبار کا ستون قائم تھا۔)

تنحى له عمر وفشک منلوعه☆بنافذة البخلاء والخيل تبصر

(اس کی پسلیاں توڑ دیں اور شہسوار ثابت قدم رہے۔)

علامہ فراہی نے ان اشعار سے نتیجہ نکالتے ہوئے فرمایا ہے: ”ان شعروں میں صاف تصریح ہے کہ ذوالرملہ کی قوم کے ایک آدمی نے ابرہہ کو نیزہ مارا، یہ واقعہ جس دن پیش آیا ہے، کثیف غبار آسمان تک بلند تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے ہوا کا طوفان بھی بھیج کر ان پر سنگریزوں کی بارش کی“۔ (ص:۴۸)

حیرت ہے کہ علامہ فراہی کے کس طرح ان اشعار کے ذریعہ ابرہہ اور عرب کے درمیان مکہ کے قریب (مقام عذاب الٰہی میں) جنگ کو ثابت کرنا چاہا ہے، پہلی چیز تو یہ ہے کہ ان اشعار کو پیش کر کے علامہ نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ اہل سیر اسی بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ابرہہ کے حملہ کے پہلے دن قبائل عرب وقتا فوقتا اس کی فوج پر حملہ کرتے رہتے تھے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ عرب عموما نہ صرف ان کا چرچا ہر جگہ پھیلا ہوا تھا، یہاں تک کہ بعض شعرا نے اس پر فخریہ اشعار بھی لکھے ہیں، قدیم اسلامی شاعر ذوالرملہ کہتا ہے۔ (ص:۴۷)

ان جملوں کے بعد انہوں نے ذوالرملہ کے مذکورہ اشعار نقل کئے ہیں، علامہ فراہی نے ذوالرملہ کے اشعار جس مختصر تمہید کے بعد پیش کئے ہیں، اس سے صاف ظاہر ہے کہ ذوالرملہ نے یہ اشعار ان جھڑپوں میں کسی ایک کے متعلق کہے ہیں جو مختلف مقامات پر عربوں نے ابرہہ سے کی تھیں، جب کہ ابرہہ خانہ کعبہ کے انہدام کے ارادہ سے نکلا تھا اور راستہ میں تھا اور پھر ان اشعار سے نتیجہ اخذ کرتے ہوئے انہوں نے ان اشعار کا تعلق اسی دن کی جنگ سے جوڑ دیا، جو ان کے خیال کے مطابق عذاب الٰہی کے نزول کے دن عربوں اور ابرہہ کے درمیان ہوئی تھی، حالانکہ ان اشعار سے اس جنگ کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، جو علامہ کے خیال میں ہے، علامہ کو اشعار کے الفاظ ”عثنون العجاجة اكدر“ سے غلط فہمی ہوئی، انہوں نے کثیف غبار کے الفاظ سے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ اسی دن ہوا ہوگا، جس دن عذاب خداوندی کے طور پر آندھی کی وجہ سے پوری فضا گرد آلود تھی۔ (بقیہ صفحہ ۷/پر)

وقت کی نبض: ان کا دکھ کون سنے گا؟

تولین سنگھ (روزنامہ جن ستا: ۲۱/ اکتوبر ۲۰۱۸ء) **ترجمہ: محمد عادل فریدی**

چالیس سال سے زیادہ ہو گئے مجھے صحافت میں بہت سی چیزیں ایسی دیکھی ہیں اس لمبے دور میں میں نے جنھوں نے دل کو دکھایا ہے اور روح کو تڑپایا ہے، لیکن ایک ایسی کہانی ہے جو ایک برے خواب کی طرح ہمیشہ میری ساتھ رہتی ہے، یہ ہے ان بچیوں کی کہانی جن کو ممبئی کے چکلہ گھروں میں بیچ دیا جاتا ہے، اور جن سے میں ملی صرف ایک بار جب ممبئی پولیس نے اس شرم ناک تجارت کو روکنے کے لیے ایک تحریک چلائی تھی، قریب ۱۴/سال پہلے، ان بچیوں کی کہانی میں آپ کو آج سنا رہی ہوں "می ٹو" تحریک چلانے والوں کو یاد دلانے کے لیے کہ عورتوں کا اصلی استحصال کیا ہوتا ہے۔

ہوا یہ کہ میں این ڈی ٹی وی کے "انڈیا نامہ" کے لیے ایک پروگرام کیا کرتی تھی، اور ممبئی کے پولیس کمشنر انامی رائے نے اس کو دیکھا اور مجھے مشورہ دیا کہ ان کی تحریک میرے اس پروگرام کے لیے ٹھیک رہے گی، کوٹھوں سے ان بچیوں کو چھڑانا بہت مشکل ہے اور پولیس اپنی اس نیک مہم کا پرچار کرنا چاہتی تھی، تو میں این ڈی ٹی وی کے بہترین کیمرا مین اجمل جامی کے ساتھ صبح سویرے پولیس ہیڈکوارٹر پہونچی، جہاں باغیچے میں کچھ نابالغ لڑکیاں چپ چاپ کھڑی تھیں ایان ڈاؤلنگ نام کے ایک آدمی کے ساتھ۔ جس کے شیلٹر ہوم میں کوٹھوں سے بچانے کے بعد ان بچیوں کو پناہ دی گئی تھی، ان بچیوں میں روبینہ نام کی ایک چودہ سال کی لڑکی بھی تھی، جس کا رنگ صندلی تھا، آنکھیں بڑی بڑی، اور گھنے بھورے بال تھے، روبینہ نے ہمیں بتایا کہ اس چھاپہ ماری مہم پر وہ ہمارے ساتھ چلنے والی ہے، کیوں کہ پہلا کوٹھا وہی ہے جہاں اس کو دو سال تک قید کر کے رکھا گیا تھا۔

روبینہ نے بتایا کہ میں نظام الدین اولیاء کی درگاہ کے پاس پڑی رہتی تھی، اپنی اماں اور بابا کے ساتھ، ایک دن جب میں کھیل رہی تھی، اچانک ایک گاڑی آئی اور مجھے اس گاڑی میں گھسیٹ لیا گیا اور مجھے بے ہوش کر دیا گیا، جب ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو اس کوٹھے میں پایا، مجھے روزانہ دس لوگوں کے ساتھ گندا کام کرنے کو مجبور کیا جاتا تھا، اگر میں منع کرتی تو مجھے بہت مارتے تھے اور کالی کوٹھری میں کئی کئی دنوں تک بھوکا رکھتے تھے۔ اس نے مجھے بتایا کہ آج میں جا رہی ہوں اس پرچے کو ڈھونڈنے جس پر میں نے اپنے ان پڑوسیوں کا ٹیلی فون نمبر لکھ دیا تھا جو میرے ماں باپ کے جاننے والے ہیں، روبینہ ہمارے ساتھ گئی، ممبئی کی ایک بدحال گندی عمارت میں، جس کی پہلی منزل پر ایک نیلا دروازہ تھا، جس کو پولیس والوں نے زبردستی کھلوایا، اندر گئے تو دیکھا ایک کمرہ ہے جس کو پانچ چھ چھوٹے چھوٹے حصوں میں بانٹا گیا ہے، ان میں ایک حصہ روبینہ کا تھا، لیکن جب اس نے اپنا میک اپ باکس کھولا تو وہ پرچہ نہیں ملا، اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر ایان ڈاؤلنگ نے مجھے چپکے سے بتایا کہ اچھا ہی ہوا، کیوں کہ یہ نہیں جانتی کہ اس کو ایچ آئی وی (ایڈس) ہو گیا ہے، اگر یہ اپنے ماں باپ کے پاس چلی بھی جاتی تو وہ لوگ اس کا علاج نہیں کرا پاتے۔

اگلے دن میں اور اجمل جامی نوی ممبئی میں واقع ایان ڈاؤلنگ کے شیلٹر ہوم گئے، جہاں اتنی ساری دردناک کہانیاں سنی میں نے بیتیا، لونیا اور شمع نام کی بچیوں سے کہ ان کو بیان کرنا مشکل ہے، ان بچیوں کو کسی نے اغوا کر کے کوٹھے پر نہیں بیچا تھا، بلکہ ان کے اپنے رشتے داروں نے دلالوں کے ہاتھوں بیچ دیا تھا، ان کو ممبئی میں کام دلانے کا لالچ دے کر کوٹھے پر بیچ دیا گیا، اس وقت ایک بچی کی قیمت تھی پچاس ہزار روپئے۔ کچھ لڑکیاں نوکرانی بنائی گئیں امیروں کے گھروں میں، شمع نے بتایا کہ "ہم تین بہنیں تھیں، ہماری ماں کے مرنے کے بعد تینوں بہنوں کو ممبئی میں الگ الگ گھروں میں بھیج دیا گیا، میں دس سال کی تھی اور میری بہنیں مجھ سے چھوٹی تھیں، میں جہاں گئی وہاں مجھے دن رات ننگے رکھ کر کام کرواتے تھے، سزا کے طور پر زبردستی پیشاب پلاتے تھے، روز لوہے کے سریے سے مارتے تھے، اور ایک بار میرے سر پر مالکن نے اتنے زور سے مارا کہ میرا سر پھٹ گیا اور میں بے ہوش ہو گئی تو مجھے اٹھا کر سڑک پر پھینک دیا گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں اس کوٹھے پر تھی۔"

یہ کہانیاں میں اس لیے سنا رہی ہوں کیوں کہ اب جو "می ٹو" تحریک اتنا طول پکڑ چکی ہے کہ ایک وزیر کو استعفیٰ دینا پڑ گیا ہے، تو امید کرتی ہوں کہ ان بچیوں کی آواز بھی وہ عورتیں اٹھائیں گی جنھوں نے "می ٹو" تحریک چلائی ہے۔ بچیوں کی تجارت روکنے میں پولیس آج بھی اس لیے ناکام ہے کیوں کہ ان کو کوٹھوں سے بچانے کے بعد کوئی جگہ نہیں ملتی ہے، جہاں ان کو سہارا ملے، پولیس والے خود مانتے ہیں کہ سرکاری شیلٹر ہوم میں ان کا اتنا جنسی و جسمانی استحصال ہوتا ہے کہ وہ وہاں سے پھر بھاگ کر واپس کوٹھوں پر چلی جاتی ہیں۔ اس لیے ضرورت ہے ایسے پرائیویٹ شیلٹر ہومز کی جن کو ایان ڈاؤلنگ جیسے نیک انسان چلاتے ہوں، لیکن ان کو چلانے میں بہت پیسہ لگتا ہے، اس لیے ممبئی میں جو کہ بچیوں کی تجارت کا مرکز سمجھا جاتا ہے، بہت ہی کم شیلٹر ہومز ہیں، جنہیں اچھے این جی او چلاتے ہیں، ایان ڈاؤلنگ کا بھی شاید اب تک بند ہو گیا ہوگا۔ اسی وقت وہ بند ہونے والا تھا، کیوں کہ ساٹھ بچیوں کا خرچ وہ بہت مشکل سے اٹھا رہے تھے۔

"می ٹو" تحریک کی حمایت مینکا گاندھی کئی بار کھل کر کر چکی ہیں، لیکن ان کی اصلی حمایت تب دکھے گی جب وومین ویلفئر منسٹر ہونے کی حیثیت سے وہ ان بیٹیوں کی حمایت کریں گی، جو اس ملک کی سب سے بے زبان بے بس بچیاں ہیں، سرکاری شیلٹر ہوم نہ سہی، لیکن سرکاری مدد سے "بیٹی بچاؤ بیٹی پڑھاؤ" مہم کے تحت پرائیوٹ شیلٹر ہوم تو کھولے جا سکتے ہیں، بہت ضرورت مند ہیں اس ملک کی وہ بیٹیاں جو حقیقت میں بالکل بے بس اور بے زبان ہیں۔

بقیہ اصحاب فیل پر کس ذریعہ سے عذاب بھیجا گیا ...... پھر آپ کو جب اپنے ذہن اور اشعار کے ان الفاظ میں تھوڑی سی مناسبت نظر آئی تو انہوں نے ان اشعار کو عذاب الٰہی کے دن سے متعلق کر دیا، حالانکہ کثیف غبار اور ان جیسے کلمات ان اشعار عرب میں عام طور پر ملتے ہیں، جن میں کسی جنگ کی تصویر کشی کی گئی ہو، یوں بھی جنگ کے موقعوں پر گھوڑوں کی ٹاپ اور انسانوں کے قدموں کی وجہ سے گرد اٹھتی ہے اور فضا غبار آلود ہو جاتی ہے۔

مذکورہ بالا تشریح سے واضح ہوتا ہے کہ کثیف غبار کا تعلق اس آندھی سے نہیں ہے، جو بطور عذاب نازل ہوئی تھی، یہ تو عام چیز ہے، جس کا جوڑ ہر عربی شاعر جنگ سے لگا دیا کرتا ہے۔ ایک قابل لحاظ چیز یہ بھی ہے کہ ذوالرملہ کے اشعار میں نیزوں اور شہسواروں کا تذکرہ ہے، علامہ فراہی نے خود لکھا ہے، ابرہہ نے ایسے وقت میں حملہ کیا، جب عرب مراسم حج میں مشغول تھے، یہ ایک معروف چیز ہے کہ عرب حج کے موسم میں جنگ وجدال سے پرہیز کرتے تھے، خصوصا وہ مراسم حج کی ادائیگی کے وقت ہتھیار وغیرہ ساتھ نہیں رکھتے تھے، پھر منی سے واپسی کے موقعہ پر مراسم حج ادا کرتے ہوئے عمرو کا ابرہہ کو نیزہ مارنا اور شہسوار کا ثابت قدم رہنا قابل غور ہے، اگر ان اشعار کو حقیقت کا ترجمان مان لیا جائے تو پھر نیزہ اور شہسوار کا وجود خود اس بات کی علامت ہے کہ کم از کم یہ اشعار عذاب الٰہی کے نزول کے دن کی جنگ سے متعلق نہیں ہیں، بلکہ یہ اشعار ان جھڑپوں کی جنگ سے متعلق ہیں جو عربوں نے ابرہہ سے مکہ کی راہ میں کئے اور اگر انصاف سے کام لیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ ذوالرملہ کے اشعار محض شاعرانہ تسلی ہیں، جن کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں، ابرہہ سے جو چند جھڑپیں عربوں نے کیں بھی، وہ بہت محدود پیمانہ پر ہوئیں، ان مختصر جھڑپوں میں ساٹھ ہزار کے لشکر جرار کے سپہ سالار کی پسلی کی ہڈی کا ٹوٹ جانا شاعری کا کمال اور الفاظ کا طلسم ہے، تاریخ نہیں۔

یہ گفتگو تو تھی ذوالرملہ کے اشعار کے متعلق، ویسے خود یہ چیز ثابت نہیں ہے کہ ابرہہ نے خانہ کعبہ پر حملہ اسی دن کرنا چاہا، جس دن لوگ مراسم حج کی ادائیگی میں مشغول تھے، ابتدا میں عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ حملہ ولادت نبوی سے پچاس دن پہلے (یعنی محرم میں) ہوا تھا، علماء محققین کا اس پر اجماع بھی نقل کیا جا چکا ہے، یہ صحیح ہے کہ حملہ کی تاریخ میں مورخین کا اختلاف ہے، مگر پتہ نہیں کہ علامہ فراہی نے کس روایت کی بنیاد پر تحریر فرمایا کہ علماء سیر کے بیان کے مطابق ابرہہ کا حملہ موسم حج میں ہوا تھا۔ علماء سیر کی بیان کردہ تفصیلات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابرہہ نے جب مکہ کے قریب پڑاؤ ڈالا تو اس نے اپنے ایک کمانڈر اسود بن مقصود کو حکم دیا کہ وہ مکہ مکرمہ پر چھاپہ مارے، اس نے کامیاب چھاپہ مارا اور اونٹ و بکریاں بھگا کر لے گیا، شعراء عرب نے اس واقعہ کے بعض حصہ کو شعری جامہ پہنایا ہے، جس میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابرہہ کے آدمی قربانی کے اونٹ بھگا کر لے گئے، علامہ فراہی نے اس مضمون سے چند اشعار نقل کئے ہیں، عکرمہ بن عاشم بن عبد مناف نے کہا:

لا ھم اخذ الاسود بن مقصود☆الآخذ الھجمة فیھا التقلید

(اے اللہ! اسود بن مقصود کو رسوا کر جو قربانی کے اونٹ کو ہکا کر لے گیا، جن کی گردنوں میں قلادے تھے۔)

شاید اس قسم کے اشعار کی وجہ سے علامہ فراہی کے ذہن میں یہ بات آئی کہ ابرہہ کا حملہ ایام حج میں ہوا، لیکن ان اشعار پر حملہ کی تاریخ کی بنیاد صحیح نہیں ہے، یہ اشعار صرف اتنی بات بتاتے ہیں کہ اونٹ قربانی کے تھے، اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ عرب حج سے بہت پہلے قربانی کے اونٹ مخصوص کر دیا کرتے تھے، یہ رسم عرب میں عام تھی کہ جس جانور کو وہ قربانی کے لیے پیش کرنا چاہتے اس پر کم عمری میں ہی نشان لگا دیا کرتے تھے، یہ نشان گردن میں قلادہ کی شکل میں ہوتا، یا وہ جانور کا کان چیر دیا کرتے، اس کے بعد وہ جانور محترم ہو جاتا اور قربانی کی عمر تک پہونچنے کے بعد اس کی قربانی دیدی جاتی، اس طرح قربانی کے جانور دو دو تین سال تک نشان زدہ حالت میں رہتے۔

اس لیے مذکورہ اشعار کی بنیاد پر استدلال درست نہیں کہ حملہ ایام حج میں ہوا تھا، علماء سیر کی بیان کردہ تاریخ جنگ (ماہ محرم) اور اس شعر میں کوئی تضاد نہیں، ماہ محرم میں بھی نشان زدہ قربانی کے جانوروں کی بڑی تعداد رہا کرتی تھی۔ علامہ فراہی نے عرب کی ابرہہ سے مکہ مکرمہ کے قریب جنگ سے متعلق ایک دلیل یہ بیان کی کہ عربوں نے قبیلہ ثقیف کو برملا برا بھلا کہا اور لکھا کہ قبیلہ ثقیف کا جرم یہ تھا کہ اس نے بزدلی دکھائی تھی، ضرار بن خطاب کا شعر ہے

وفرت ثقیف الی لاتھا☆بمنقلب الخائب الحاسر

(اور ثقیف ایک نامرد بھاگنے والے کی طرح اپنے معبود لات کی طرف بھاگ گئے۔)

قبیلہ ثقیف کی ہجو سے علامہ فراہی نے یہ نتیجہ نکالا کہ اگر ثقیف کی طرح تمام عرب بھاگ گئے تھے تو آخر قبیلہ ثقیف ہی کا کیا قصور تھا کہ ان کی ہجو کی گئی، پھر تو ان کا عذر بھی بالکل واضح تھا، اس میں شبہ نہیں کہ بعض شعراء عرب نے قبیلہ ثقیف کی ہجو کی ہے، لیکن یہ ہجو اس لیے نہیں تھی کہ اس قبیلہ نے جنگ سے گریز کیا؛ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ثقیف نے ابرہہ سے ساز باز کی اور ابرہہ سے ہمدردی اور تعاون کا معاملہ کیا، ثقیف اپنے ایک آدمی ابو رخال کو ابرہہ کے ساتھ کیا؛ تا کہ وہ رہبری کا کام کرے۔ جنگ سے علاحدہ رہنا، یا کنارہ کشی اختیار کرنا علاحدہ بات ہے اور ظالموں سے ساز باز کرنا، یہ بالکل مختلف چیز ہے، ایک کی وجہ کمزوری ہے اور دوسرے کی وجہ دنائت، ایک کا وجود قوت سے مرعوب ہونے کا نتیجہ ہے اور دوسرا ذلیل طبیعت کا خاصہ، دونوں کو ایک صف میں نہیں کھڑا کیا جا سکتا، ثقیف کا معاملہ عام عربوں سے بالکل علاحدہ تھا، ان کے جرم کی نوعیت جداگانہ تھی، نوعیت کا یہی فرق تھا جس نے عربوں میں جذبۂ غضب پیدا کر دیا اور غضب جب شعری سانچہ میں ڈھلا تو ہجو یہ کلام بنا، ابو رخال کی قبر پر عربوں کی سنگ باری اسی غضب کا دوسرا رخ ہے، چونکہ ابرہہ کی رہبری اس نے کی تھی؛ اس لیے وہ غیظ وغضب کا زیادہ نشانہ بنا اور اس کی قبر سنگباری کے قائل سمجھی گئی، علامہ فراہی نے اگر اس فرق کی طرف توجہ فرمائی ہوتی تو یقیناً مذکورہ ہجو یہ شاعری کو ابرہہ اور عرب کے درمیان مکہ سے قریب جنگ کے ثبوت میں بطور استدلال نہیں پیش کرتے۔

مذکورہ بالا بحث سے علامہ فراہی کے مستدل اشعار کی حقیقت واضح ہوتی ہے، یہاں مختصراً یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ اگر کلام الٰہی کی تشریح یا واقعات قرآنی کے تفصیلی علم کے لیے اشعار سے مدد لینا ضروری ہے تو پھر چند اشعار کو سامنے رکھ کر کسی طرح کا فیصلہ کرنا صحیح نہیں ہو سکتا، بلکہ واقعہ سے متعلق علامہ فراہی نے چند شعراء کے کلام کو پیش کیا ہے، مگر انہوں نے عبدالمطلب اور اس عہد کے دوسرے شعراء کے کلام کو نظر انداز کر دیا ہے، عبدالمطلب اس وقت کے سب سے بڑے ذمہ دار، سنجیدہ معتمد علیہ شخصیت کے مالک اور واقعہ کے عینی شاہد تھے، ان کے اشعار صاف صاف بتاتے ہیں کہ عربوں نے ابرہہ کے لشکر سے لڑائی نہیں کی، معاملہ خدا کے سپرد کیا اور جنگ سے علاحدہ رہے، پھر کوئی وجہ نہیں کہ ایک بڑے ذمہ دار کی بات کو بلاوجہ پس پشت ڈال دیا جائے۔ حضرت علامہ فراہی علیہ الرحمہ نے اپنے بیان کردہ تفسیر کے پیش نظر آیت مذکورہ کی ایک نئی تحقیق کی ہے جو علماء متقدمین کی لغوی تحقیقی کے خلاف ہے اور اس کے ذریعہ اس اشکال کو حل کیا ہے جو نحو کی راہ سے ان کی تفسیر پر پڑتا تھا، فرماتے ہیں ﴿ترمیھم﴾ کی ضمیر مجرور سے یا تو حال پڑا ہوا ہے یا جملہ مستانفہ ہے، حال کی صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اے مخاطب دیکھ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان پر جھنڈ کے جھنڈ چڑیاں بھیجیں اور حال یہ تھا کہ ان پر پتھر پھینکتا تھا۔ استیناف کی شکل میں یہ معنی ہوں گے کہ تم نے ان پر پتھر پھینکتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بھوس کی طرح بنا دیا، ہر چند دونوں صوتوں میں نتیجہ ایک ہے؛ لیکن دونوں اسلوبوں میں ایک لطیف فرق ہے۔

سید محمد عادل فریدی

اخبارِ جہاں

سری لنکا میں وکرم سنگھے حکومت گری، راج پکشے نئے وزیر اعظم

سری لنکا میں جمعہ کی شام ڈرامائی انداز میں سابق صدر مہنداراج پکشے کو وزیر اعظم کے عہدے کا حلف دلایا گیا۔ یہ تقریب صدارتی سکریٹریٹ میں منعقد ہوئی او رصدر میتری پال نے انہیں وزیر اعظم کے عہدہ کا حلف دلایا، اس پروگرام میں حزب مخالف کے اراکین اور وزراء کے علاوہ سری لنکا فریڈم پارٹی (ایس ایل ایف پی) کے اراکین بھی موجود تھے۔ میڈیا کے مطابق حال ہی میں یہ ڈرامائی واقعہ یونائیٹڈ فریڈم الائنس (یو پی ایف اے) کے رانیل وکرم سنگھے سے الگ ہونے کے بعد ہوا ہے۔ اس حلف برداری کی تقریب میں یو پی ایف اے کی جنرل سکریٹری مہندا امراویرا بھی موجود تھیں۔ یو پی ایف کے اہم اتحادی سری لنکا فریڈم پارٹی کے صدر میتری پالا سری سینا او رسابق وزیر اعظم رانیل وکرم سنگھے کی یونائیٹڈ نیشنل پارٹی نے عام انتخابات کے بعد اگست ۲۰۱۵ء میں اتحادی حکومت بنائی تھی۔ گزشتہ چند مہینوں کے دوران اس گٹھ بندھن میں کافی دراڑ آ گئی تھی اور دونوں پارٹیوں کو فروری میں مقامی انتخابات میں شکست فاش ہوئی تھی۔ مسٹر راج پکشے سری لنکا پوڈو جنا پارٹی کے صدر ہیں اور وہ پارلیمنٹ کے لئے سب سے پہلے ۱۹۷۰ء میں منتخب ہوئے تھے۔ (یو این آئی)

سعودی عرب نے اعتراف کیا، خاشق جی کا قتل منصوبہ بند

سعودی عرب کے سرکاری پروزیکیوٹر نے جمعرات کو کہا کہ اس مہینے کی شروعات میں استنبول میں واقع ملک کے قونصل خانہ میں صحافی جمال خاشق جی کو منصوبہ بند طریقہ سے قتل کیا گیا تھا۔ گلف ٹائمس میں جمعرات کو شائع خبر کے مطابق امریکہ کی خفیہ تفتیشی ایجنسی سی آئی اے کے ڈائرکٹر جینا ہیسپیل اس ہفتہ خاشق جی کے قتل کی سازش کا پتہ لگانے ترکی کے دورہ پر گئے تھے۔ اس دوران انہیں قتل کی آڈیو ریکارڈنگ ملی، جسے سننے کے بعد سعودی عرب کی اس حرکت کا انکشاف ہوا۔ مسٹر ہیسپیل نے اس معاملہ کی اطلاع امریکہ کے صدر ڈونالڈ ٹرمپ کو دی۔ خیال رہے کہ سعودی حکومت اس سے پہلے کہہ رہی تھی کہ خاشق جی کی استنبول کے قونصل خانہ میں ایجنٹ کے ساتھ لڑائی میں حادثاتی طور پر موت ہوگئی تھی۔ جمال خشق جی ۲/اکتوبر کو استنبول میں سعودی قونصل خانہ گئے تھے۔ (یو این آئی)

میانمار میں روہنگیاؤں کی نسل کشی بدستور جاری: رپورٹ

روہنگیائی دنیا کی وہ اقلیت ہے جن کو اقوام متحدہ کی جانب سے میانمار کے شہری قرار دیئے جانے کے باوجود ان کے ساتھ آج بھی انسانیت سوز زیادتیاں کی جارہی ہیں۔ گزشتہ سال میانمار کے فوجیوں کے ہاتھوں رخائن میں قتل عام اور پھر وہاں سے دسیوں لاکھ روہنگیا مسلمانوں کی انتہائی بے سروسامانی کی حالت میں بنگلہ دیش کی طرف نقل مکانی، ثابت کرتا ہے کہ عالمی برادری کے احتجاج کے باجود وہاں کی سربراہ آنگ سان سوچی اور فوجی جنرلوں پر کوئی اثر نہیں پڑرہا ہے۔ اب میانمار کے رخائن میں روہنگیائی اقلیتوں کے بارے میں اقوام متحدہ کے تحقیق کاروں کا کہنا ہے کہ میانمار میں موجود روہنگیا مسلمانوں کی نسل کشی اب بھی جاری ہے، جبکہ حکومت وہاں جمہوریت قائم کرنے میں کوئی توجہ نہیں دے رہی ہے۔ گزشتہ سال کے بدھ مت کمیونٹی کی سربراہی میں روہنگیا افراد کی قتل وغارت کے واقعہ کے بعد باقی بچ رہنے والے تقریباً ڈھائی لاکھ سے ۴/لاکھ روہنگیا افراد اب بھی سنگین پابندیوں کا سامنا رر ہے ہیں۔ (یو این آئی)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی آزادئ اظہار نہیں، یورپی عدالت

یورپی یونین کی عدالت برائے انسانی حقوق نے اپنے فیصلے میں کہا ہے کہ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کو ''اظہار رائے کی آزادی'' قرار نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ یہ گستاخی تعصب میں اضافے کی وجہ بن سکتی ہے، اس سے مذہبی ہم آہنگی اور امن خطرے میں پڑ سکتے ہیں۔ برطانوی نشریاتی ادارے کے مطابق یورپی یونین کی عدالت برائے انسانی حقوق (ای ایچ سی آر) نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے توہین آمیز کلمات کہنے والی آسٹریا کی ''ای ایس'' نامی خاتون کے خلاف سزا کا فیصلہ سناتے ہوئے یہ بات کہی۔ ای ایس کے نام سے مشہور خاتون نے ۲۰۰۸ء اور ۲۰۰۹ء میں اسلام کے بارے میں بنیادی معلومات کے عنوان کے تحت مختلف تقاریر میں پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں چند کلمات ادا کیے تھے جن کی پاداش میں ان پر ویانا کی ایک عدالت میں مقدمہ چلایا گیا تھا اور عدالت نے انہیں فروری ۲۰۱۱ء میں مذہبی اصولوں کی تحقیر کا مجرم قرار دیتے ہوئے ۴۸۰/یورو کا جرمانہ (مع مقدمے کے خرچ کی ادائیگی) عائد کیا تھا۔ اس فیصلے کو آسٹریا کی اپیل کورٹ نے بھی برقرار رکھا تھا۔ (نیوز ایکسپریس پی کے)

چین کے کنڈرگارٹن اسکول میں خاتون کا چاقو سے حملہ، ۱۴/بچے زخمی

چین کے شہر چونگ کنگ کے ایک کنڈرگارٹن اسکول میں خاتون نے چاقو سے حملہ کرکے ۱۴/بچوں کو زخمی کردیا۔ چین کے مغربی شہر چونگ کنگ میں شن شی جی کنڈرگارٹن اسکول میں ۳۹/سالہ خاتون نے بچوں پر چاقو سے حملہ کردیا جس کے نتیجے میں ۱۴/بچے زخمی ہوگئے، واقعہ جمعہ کی صبح پیش آیا جب تمام بچے اپنی اپنی کلاسوں کی جانب جارہے تھے۔ زخمی بچوں کو طبی امداد کے لیے فوری طور پر ایمبولینس کے ذریعے اسپتال پہنچایا گیا۔ جن میں دو بچوں کی حالت تشویش ناک بتائی جارہی ہے۔ واضح رہے چین میں کنڈرگارٹن اسکول میں پیش آنے والا یہ پہلا واقعہ نہیں اس سے پہلے بھی متعدد واقعات میں درجنوں بچے ہلاک ہو چکے ہیں۔ (نیوز ایکسپریس پی کے)

مشہور آئرش گلوکارہ نے اسلام قبول کیا

۱۹۹۰ کی دہائی کی مشہور آئرش گلوکارہ شنیڈ او کونر نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا ہے۔ ۱۹۹۰ء کی دہائی میں اپنے گیت ''نتھنگ کمپیئر زٹو یو'' سے شہرت کی بلندیوں تک پہنچنے والی فنکارہ کا کہنا ہے کہ انھوں نے اپنا نام تبدیل کرکے ''شہدا'' رکھ لیا ہے۔ ٹوئیٹر پر اپنے ایک پیغام میں انھوں نے حوصلہ افزائی پر اپنے ساتھی مسلمانوں کا شکریہ ادا کیا ہے اور آئرش امام شیخ ڈاکٹر عمر القادری کے ساتھ ایک ویڈیو بھی جاری کی جس میں وہ حجاب پہنے ہوئی ہیں۔ (بی بی سی لندن)

بزنس، روزگار و کیریئر

ملک کے ۳/کروڑ مسلمانوں کا نام ووٹر لسٹ سے غائب

ملک میں بڑی تعداد میں ووٹر لسٹ سے مسلمانوں کے ناموں کو غائب کرنے کا سلسلہ جاری ہے، یہ تعداد تقریباً تین کروڑ تک پہونچ گئی ہے۔ اس سے صاف ہے کہ قریب ۲۵/فیصد مسلمانوں کے نام ووٹر لسٹ سے غائب ہیں۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے پاس ووٹر کارڈ تو ہیں لیکن وہ ووٹر لسٹ سے باہر ہیں۔ ایسے معاملے کسی ایک صوبے یا چند اسمبلی حلقوں میں نہیں ہیں بلکہ اس طرح کے معاملے ملک بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ سنٹر فار ریسرچ اینڈ ڈبیٹس ان ڈیولپمنٹ پالیسی (سی آر ڈی ڈی پی) کئی اداروں کے ساتھ مل کر ۲۰۱۹ء کے لوک سبھا انتخابات سے پہلے ملک بھر میں سروے کررہی ہے، اور اس سروے سے یہ انکشاف ہو رہا ہے۔ اس سروے کی شروعات ابوصالح شریف نے کی، وہ سچر کمیٹی کے رکن تھے جس نے مسلمانوں کی حالت پر رپورٹ تیار کی تھی، شریف کا ماننا ہے کہ ملک بھر میں تقریباً ۹/کروڑ غائب ووٹرس ہیں جنھیں ووٹر لسٹ میں شامل کرنا ضروری ہے، ان میں بڑی تعداد مسلمانوں کی ہے اور وہ تعداد ہے تقریباً ۳/کروڑ ہیں۔ ۱۸/سال یا اس سے زیادہ کی عمر کے مسلم ووٹر کی تعداد ملک میں کم وبیش ۱۲/کروڑ ہے۔ ویسے مسلمانوں کی کل آبادی تقریباً ۴ء۱۹/کروڑ ہے۔ راجستھان، کرناٹک، تلنگانہ، گجرات کا فیلڈ سروے ہو چکا ہے، شروعاتی اعداد وشمار اس بات کو ظاہر کررہے ہیں کہ ووٹر لسٹ سے غائب ووٹروں کی فہرست خاصی طویل ہے۔ کئی لوگوں کو شبہ ہے کہ گزشتہ کچھ سالوں میں مسلمانوں کا نام قصداً ہٹایا جا رہا ہے، اس سروے کا تکنیکی حصہ تیار کرنے والے خالد سیف اللہ نے بتایا کہ ''کرناٹک میں ہم نے سبھی اسمبلی سیٹوں کی فہرست کا تجزیہ کیا تھا۔ لیکن راجستھان میں ابھی ہم نے ۳۰/سیٹوں کا ڈاٹا نکالا ہے۔ ہم ریاستی کمیشن کی ووٹر لسٹ کے ڈاٹا کو نکالتے ہیں۔ اس کا موازنہ مردم شماری کے اعداد وشمار، ہاؤس ہولڈس کی تفصیلات سے کرتے ہیں۔ یہ پتہ لگاتے ہیں کہ جتنے بالغ ہیں وہ فہرست میں شامل ہیں یا نہیں۔ یہ ہم ہر بوتھ کے مطابق کرتے ہیں۔ ہم نے ''مسنگ ووٹر'' کے نام سے ایک موبائل اپلی کیشن بھی ڈیولپ کیا ہے۔ اس میں ہم فیلڈ سروے کے دوران غائب ووٹروں کے نام ڈالتے ہیں جاتے ہیں۔'' ان اعداد وشمار کو دیکھتے ہوئے سوال یہ اٹھتا ہے کہ یہ نام بلاوجہ غائب ہوئے ہیں یا پھر سوچی سمجھی سازشی کے تحت ایسا کیا گیا ہے۔ اس بارے میں سابق چیف الیکشن کمشنر وائی ایس قریشی نے بتایا کہ ''یہ سچ ہے کہ اقلیتوں میں عدم تحفظ کا ماحول بہت بڑھا ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ مسلمانوں سمیت کئی طبقات کے لوگوں کے نام ووٹر لسٹ میں نہیں ہونے کی خبریں لگاتار آ رہی ہیں۔ ایسے میں محتاط نگاہ ضروری ہے تاکہ نام لسٹ میں آ جائیں۔'' بہرحال، ملک بھر میں اگر ۹/کروڑ لوگ ووٹر لسٹ سے باہر ہیں اور ان میں مسلمانوں کی تعداد ۳/کروڑ ہے، تو یہ ہماری جمہوریت کے لیے خطرے کی گھنٹی ہے۔ ۲۰۱۹ء میں عام انتخابات سے قبل ملک کے شہری ہونے کے ناطے ان سب لوگوں کا واجب حق انھیں ضرور ملنا چاہیے۔ (بحوالہ قومی آواز)

کیمیکل اور پانی ملاکر ''نقلی خون'' بیچنے کا دھندا، لکھنؤ میں بڑے ریکٹ کا پردہ فاش

اتر پردیش ایس ٹی ایف نے ریاست کی راجدھانی لکھنؤ میں ''نقلی خون'' سپلائی کرنے والے بڑے ریکٹ کا پردہ فاش کیا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ نقلی خون کا یہ کاروبار کافی دنوں سے چل رہا تھا اور یہ نقلی خون کیمیکل و پانی کے ذریعہ بنایا جاتا تھا۔ ایس ٹی ایف نے اس معاملے میں سات لوگوں کو گرفتار کیا ہے جن سے پوچھ تاچھ جاری ہے۔ دراصل ایس ٹی ایف نے جمعرات کی دیررات مڈیاؤں واقع دو اسپتالوں میں چھاپہ ماری کی اور آٹھ یونٹ نقلی خون برآمد کیا۔ یوپی ایس ٹی ایف نے دیررات تک بلڈ بینک کے دستاویزات دیکھے اور ملازمین کی تفصیلات حاصل کی۔ ایس ٹی ایف کی یہ چھاپہ ماری بہت خفیہ تھی اور مقامی پولس کو بھی اس کی کوئی خبر نہیں لگی۔ ایس ٹی ایف کا کہنا ہے کہ ملزمین کیمیکل اور پانی ملاکر دو یونٹ سے تین یونٹ خون بناتے تھے۔ ذرائع کے مطابق ایک یونٹ ملاوٹی خون کے لیے کاروبار میں شامل لوگ ۳۵۰۰/روپے وصولتے تھے۔ یہ گروہ مزدوروں اور رکشہ ڈرائیوروں سے ۱۰۰۰۔۱۲۰۰ میں خون خریدتا تھا اور اس میں کیمیکل اور پانی ملاتا تھا جس کے ذریعہ خون کے یونٹ کی تعداد زیادہ ہو جاتی تھی۔ بعد میں اسے مہنگے داموں میں فروخت کیا جاتا تھا۔ (قومی آواز)

لائسنس والے دکاندار بیچ سکیں گے پٹاخے، آن لائن فروخت پر روک: سپریم کورٹ

سپریم کورٹ نے مرکز اور ریاستی حکومتوں کو ہدایت دی ہے کہ صرف لائسنس والے دوکاندار ہی پٹاخے بیچ سکیں گے۔ اس کے علاوہ پٹاخوں کی آن لائن فروخت پر پوری طرح سے روک لگادی گئی ہے۔ کورٹ نے کہا کہ اگر اس آرڈر کے بعد پٹاخوں کی آن لائن فروخت ہوتی ہے تو وہ خلاف ورزی مانی جائے گی۔ کورٹ نے کہا کہ پٹاخوں سے جڑی یہ ہدایت سبھی تہواروں اور شادیوں پر بھی نافذ ہوگی۔ کورٹ نے یہ بھی کہا ہے کہ لائسنس رکھنے والے دکاندار صرف کم ایمیشن والے پٹاخے بیچ سکتے ہیں۔ سپریم کورٹ نے خاص طور پر دیوالی کے موقعے کے لیے کہا کہ اس دن رات ۸/بجے سے لے کر ۱۰/بجے کے بیچ پٹاخے جلائے جائیں گے اور یہ پورے ملک میں نافذ ہوگا۔ اس حکم کو عمل میں لانے کے لیے ہر علاقے میں ایس ایچ او کو تعینات کیا جائے گا اور یہ ان کی ذمہ داری ہوگی کہ کورٹ کے حکم پر عمل کرایا جائے۔ اگر اس کی خلاف ورزی ہوتی ہے تو ایس ایچ او کو عدالت کی ہتک عزت کا مجرم مانا جائے گا۔ (دی وائر)

بہار پولیس کانسٹیبل ایگزام کا شیڈول جاری

سنٹرل سلیکشن بورڈ آف کانسٹیبل (سی ایس بی سی) نے بہار پولیس کانسٹیبل بحالی کے امتحان کا شیڈول جاری کردیا ہے، کانسٹیبل بحالی امتحان ۲۵/نومبر اور ۲/دسمبر ۲۰۱۸ء کو منعقد کی جائے گی، کانسٹیبل بحالی کے امتحان کے لیے ایڈمٹ کارڈ یکم نومبر کو جاری کردیے جائیں گے۔ امتحان کے ایڈمٹ کارڈ سنٹرل سلیکشن بورڈ آف کانسٹیبل کے آفیشل ویب سائٹ csbc.bih.nic.in سے ڈاؤن لوڈ کیے جاسکتے ہیں۔ واضح ہو کہ یہ امتحان ۹۹۰۰/کانسٹیبلوں اور ۱۹۶۵/فائرمین کے خالی عہدوں کو پر کرنے کے لیے لیے جارہے ہیں۔ (این ڈی ٹی وی بیورو)

ہفتۂ رفتہ

محمد عادل فریدی

دہلی میں ماب لنچنگ میں مدرسہ کے ۸/سالہ طالب علم کی موت

ملک میں پھیلتے مذہبی منافرت کے درمیان ایک بار پھر راجدھانی دہلی میں ماب لنچنگ کا واقعہ پیش آیا اور اس بار اس خونی بھیڑ کا شکار بنا بیگم پور، مالویہ نگر کے مدرسہ دارالعلوم فریدیہ میں پڑھنے والا ایک آٹھ سالہ طالب علم محمد عظیم۔ واقعہ مالویہ نگر کے بیگم پور علاقہ کا ہے جہاں کچھ لوگوں نے جمعرات کی دوپہر مدرسہ کے باہر کھیل رہے عظیم کی پٹائی کی اور پیٹتے ہوئے اسے موٹرسائیکل پر پھینک دیا جس کے بعد وہ بیہوش ہوا تو اپنی آنکھ کبھی نہ کھول سکا۔ اس واقعہ کی اطلاع پولس کو دی گئی جس کے بعد ۱۰/سے ۱۲/سال کے درمیان کے چار بچوں کو گرفتار کیا گیا ہے۔ پولس کا کہنا ہے کہ انھیں واقعہ کی اطلاع شام ۶/بجے ملی اور انھوں نے فوراً کارروائی کرتے ہوئے ملزم بچوں کو گرفتار کیا۔ پولس نے یہ بھی بتایا کہ عظیم کے گھر والے ہریانہ میں رہتے ہیں اور انھیں حادثہ کی اطلاع دے دی گئی ہے۔ مدرسہ کے اساتذہ نے بتایا کہ مسجد اور مدرسہ کے احاطہ میں مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے والے بچے اکثر کھیلتے ہیں اور پہلے بھی کئی بار انھیں پیٹا اور ان پر حملہ کیا جا چکا ہے اور اس کی خبر پولس کو بھی دی گئی ہے لیکن اس سلسلے میں کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ مدرسہ سے جڑے لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ کچھ مقامی لوگ مدرسہ کے بچوں اور عملہ کو اکثر پریشان کرتے ہیں۔ کئی بار تو مدرسہ اور مسجد کے احاطہ میں شراب کی خالی بوتلیں پھینک دی جاتی ہیں، کئی بار خنزیر کو بھی وہاں لاکر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ حیرانی کی بات تو یہ ہے کہ پولس کو اس پورے معاملے کی جانکاری دی ہوئی ہے لیکن کوئی مثبت کارروائی ابھی تک سامنے نہیں آئی ہے۔ (قومی آواز)

اجودھیا معاملے میں مسلم فریق کو دھمکی دینے والا سوریہ پرکاش گرفتار

اجودھیا میں بابری مسجد اور رام جنم بھومی کے متنازع معاملے میں مسلم فریق اقبال انصاری کے خاندان کو دھمکی دینے والے ملزم سوریہ پرکاش کو امیٹھی میں گرفتار کرلیا گیا ہے۔ حراست میں لئے گئے ملزم پر اجودھیا معاملے میں مسلم فریق اقبال انصاری کو ایک خط لکھ کر دھمکی دینے کا الزام ہے۔ اس نے خط میں لکھا تھا کہ اگر ان کا خاندان اس معاملے کو نہیں چھوڑتا ہے تو انہیں اس کے لئے سنگین نتائج جھیلنے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ خط میں یہ بھی لکھا گیا تھا کہ ''انہیں ملک سے باہر نکال کر پھینک دیا جائے گا۔'' پولیس کا کہنا ہے کہ ملزم مسافر خانہ کوتوالی کے تحت دادرا گاؤں کا رہنے والا ہے۔ مسلم فریق اقبال انصاری کے گھر پر بدھ کو رجسٹرڈ پوسٹ کے ذریعہ چار صفحات پر مشتمل خط موصول ہوا تھا۔ خط میں انہیں دھمکی دیتے ہوئے اجودھیا کیس سے پیچھے ہٹنے کے لیے کہا گیا ہے۔ پولیس کی پوچھ تاچھ میں پچاس سالہ سوریہ پرکاش سنگھ نے بتایا کہ ۱۹۹۲ء میں رام جنم بھومی تنازعہ میں وہ دو دن کے لیے جیل جا چکا ہے۔ ملزم نے پولیس کو بتایا کہ وہ سال ۱۹۹۳ء تک وشو ہندو پریشد کے مسافر خانہ میں بلاک سطح کا ذمہ دار رہ چکا ہے اور اب اس پر تنظیم کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ صرف وہ اس تنظیم کا رکن ہے۔ اس نے خط بھیجنے کی بات کو قبول کی ہے جس کی بنیاد پر پولیس اس کو اپنے ساتھ فیض آباد لے گئی ہے۔ (قومی آواز)

پاٹلی پترا یونیورسٹی میں شعبۂ اردو قائم کرنے کو منظوری

نوتشکیل شدہ پاٹلی پترا یونیورسٹی نے بالآخر شعبۂ اردو قائم کرنے کی منظوری دے دی ہے۔ پاٹلی پترا یونیورسٹی نے جن گیارہ مضامین میں پوسٹ گریجوئیٹ کا شعبہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے، اس میں اردو بھی شامل ہے۔ واضح ہو کہ یونیورسٹی میں پہلے صرف آٹھ مضامین میں پی جی شعبہ کھولنے کا فیصلہ کیا گیا تھا، جس میں اردو شامل نہیں تھی، اس کے خلاف پاٹلی پترا اردو ٹیچرس ایسوسی ایشن (پوٹا) نے باضابطہ تحریک چلائی اور پوری اردو آبادی سے اس ناانصافی کے خلاف آواز اٹھانے کی اپیل کی تھی، اس جدوجہد کے نتیجے میں یونیورسٹی نے بالآخر اردو کو بھی اس فہرست میں شامل کیا جو ایک بڑی حصولیابی ہے۔ پاٹلی پترا یونیورسٹی پی جی کورسیز میں داخلہ کے لیے آئندہ ۴/نومبر کو مشترکہ داخلہ ٹیسٹ کا انعقاد کررہی ہے، پہلی بار منعقد ہونے والے اس داخلہ ٹیسٹ میں شامل ہونے کے لیے آن لائن درخواست دینے کا عمل ۱۵/اکتوبر ۲۰۱۸ء سے جاری ہے آخری تاریخ ۲۹/اکتوبر ۲۰۱۸ء شام پانچ بجے تک ہے، داخلہ کارڈ ۳۰/اکتوبر سے ڈاؤن لوڈ کیا جاسکے گا۔ (بحوالہ روزنامہ انقلاب)

ریاست میں ڈینگو اور چکن گونیا کا قہر جاری

راجدھانی پٹنہ سمیت ریاست بہار کے ۳۱/ضلعوں میں ڈینگو کا قہر جاری ہے، اس کے علاوہ اب ۱۲/ضلعوں میں چکن گونیا کے معاملے بھی تیزی سے سامنے آرہے ہیں، حال ہی میں محکمہ صحت نے چکن گونیا کے معاملہ کی تصدیق کی ہے، ۱۲/ضلعوں میں چکن گونیا کے تقریباً ایک سو مریض سامنے آچکے ہیں۔ آٹھ سو سے زیادہ ڈینگو کے مریض صرف پی ایم سی ایچ پٹنہ میں ایڈمٹ ہیں، اب تک کئی لوگوں کی جان جانے کی بھی خبر آچکی ہے۔ واضح ہو کہ چکن گونیا اور ڈینگو مچھروں کے ذریعہ پھیلنے والے امراض ہیں، ڈینگو کے مچھر صاف پانی میں پیدا ہوتے ہیں، اور زیادہ تر دن میں حملہ کرتے ہیں، اس لیے مچھروں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں اور اپنے آس پاس پانی اکٹھا نہ ہونے دیں، پرانے برتنوں، گملوں یا گڈھوں میں پانی ہو تو اس کو صاف کریں اور جراثیم کش کا چھڑکاؤ کریں۔ اگر خدانہ خواستہ ڈینگو کی علامت دکھائی دے تو فوری طور پر ڈاکٹر سے رجوع کریں، تاخیر ہرگز نہ کریں۔ (ایجنسی)

تاریخی گاندھی میدان میں مودی حکومت کے خلاف اپوزیشن کا اتحاد

کئی برسوں کے وقفہ کے بعد سی پی آئی (کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا) نے پٹنہ کے گاندھی میدان میں جمعرات کو ''بھاجپا بھگاؤ، دیش بچاؤ ریلی'' کا انعقاد کیا۔ اس ریلی میں جہاں مرکز میں برسراقتدار این ڈی اے کی تمام مخالف جماعتیں موجود تھیں، وہیں سی پی آئی نے جے این یو طلبہ یونین کے سابق طالب علم کنہا کمار کو اپنا چہرہ بنا کر پیش کیا۔ سی پی آئی کی ریلی میں اگلے لوک سبھا انتخابات میں بی جے پی کو اقتدار سے باہر کرنے کے لئے اپوزیشن جماعتوں کا مضبوط اتحاد نظر آیا جس میں رہنماؤں نے الزام لگایا کہ موجودہ حکومت کے دور میں جمہوریت خطرے میں ہے۔ ریلی میں غلام نبی آزاد، شرد یادو، سی پی آئی ایم ایل کے دیپانکر بھٹاچاریہ، سابق وزیر اعلیٰ جیتن رام مانجھی، این سی پی کے ڈی پی ترپاٹھی اور آر جے ڈی کے رام چندر پوروے سمیت سی پی آئی کے تمام سینئر رہنما موجود تھے۔ تاریخی گاندھی میدان میں منعقدہ سی پی آئی کی ریلی میں شامل کانگریس، آر جے ڈی، ایل جے ڈی یو، ہندوستانی عوام مورچہ، این سی پی، سماج وادی پارٹی، مارکسی کمیونسٹ پارٹی، سی پی آئی ایم ایل اور دیگر جماعتوں نے بی جے پی کے خلاف مضبوط اپوزیشن اتحاد کا مظاہرہ کیا۔ (قومی آواز)

مظفرپور شیلٹر ہوم کیس بے حد ڈراونا اور خوفناک: سپریم کورٹ

مظفرپور شیلٹر ہوم معاملہ میں سی بی آئی کے ذریعے فائل کی گئی اسٹیٹس رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے سپریم کورٹ نے کہا کہ مظفرپور شیلٹر ہوم کا معاملہ بے حد ڈروانا اور خوفناک ہے، کورٹ نے پوچھا کہ بہار حکومت کیا کررہی ہے؟ معاملے کے اہم ملزم برجیش ٹھاکر کو اثر ورسوخ والا شخص کہتے ہوئے سپریم کورٹ نے پوچھا کہ سی بی آئی نے بہار حکومت کی سابق وزیر منجو ورما کے شوہر کو ابھی تک کیوں نہیں گرفتار کیا ہے۔ سپریم کورٹ نے کہا کہ ملزم برجیش ٹھاکر کافی اثر ورسوخ والا شخص ہے اور وہ چل رہی جانچ میں رکاوٹ پیدا کررہا ہے۔ اس لیے اس کو بہار سے باہر جیل میں ٹرانسفر کردینا چاہیے۔ کورٹ نے اپنے تبصرے میں یہ بھی کہا کہ اس معاملے کی جانچ کررہی سی بی آئی ٹیم کو نہیں بدلا جانا چاہیے۔ (دی وائر)

اعلان مفقود الخبری

● مقدمہ نمبر ۲۱/۱۸۵/۱۴۳۹ھ (متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ ابابکرپور، ویشالی)

شبانہ خاتون بنت محمد اسلم ساکنہ مقام چک عیسیٰ، ڈاکخانہ بٹنڈی پور، تھانہ جنداہا، ضلع ویشالی.......... مدعیہ

بنام

محمد جہانگیر عالم ولد محمد شعیب ساکن مقام وڈاکخانہ بھیرو پور، تھانہ بدوپور، ضلع ویشالی.......... مدعاعلیہ

اطلاع بنام مدعاعلیہ: مقدمہ ھٰذا میں مدعیہ نے آپ کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ ابابکرپور ویشالی میں عرصہ دوسال سے غائب ولاپتہ ہونے اور نان ونفقہ ودیگر حقوق زوجیت ادانہ کرنے کی بنیاد پر فسخ نکاح کا مقدمہ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں، آئندہ تاریخ پیشی ۱۹/ربیع الاول ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۷/نومبر ۲۰۱۸ء روز منگل کو مع گواہان بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر عدم حاضری وعدم پیروی کی صورت میں مقدمہ فیصل کردیا جائے گا۔ فقط قاضی شریعت

● مقدمہ نمبر ۲۰/۲۰/۱۴۳۸ھ (متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ دھرم پور، سمستی پور)

شبینہ پروین بنت محمد شفیق عالم ساکنہ مقام رام پور، ڈاکخانہ وتھانہ وارث نگر، ضلع سمستی پور .... مدعیہ

بنام

محمد عامر ولد محمد شاہد مقام وڈاکخانہ بسنت رام پور ہری، تھانہ اورائی، ضلع مظفرپور.......... مدعاعلیہ

اطلاع بنام مدعاعلیہ: مقدمہ ھٰذا میں مدعیہ نے آپ کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ دھرم پور، سمستی پور میں عرصہ ڈھائی سال سے غائب ولاپتہ ہونے اور نان ونفقہ ودیگر حقوق زوجیت ادانہ کرنے کی بنیاد پر فسخ نکاح کا مقدمہ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں آئندہ تاریخ پیشی ۲۱/ربیع الاول ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۹/نومبر ۲۰۱۸ء روز جمعرات کو مع گواہان بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر عدم حاضری وعدم پیروی کی صورت میں مقدمہ فیصل کیا جاسکتا ہے۔ فقط قاضی شریعت

● مقدمہ نمبر ۵/۵/۱۴۳۹ھ (متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ شہر سوپول)

بی بی گلشن خاتون بنت محمد علاء الدین ساکنہ مقام اکاون ٹولہ، نیمواں، ڈاکخانہ نیموا، ضلع سوپول...... مدعیہ

بنام

محمد جاوید ولد محمد عثمان ساکن مقام سترکٹیا، وارڈ-۴، ڈاکخانہ سترکٹیا، ضلع سہرسہ.......... مدعاعلیہ

اطلاع بنام مدعاعلیہ: مقدمہ ھٰذا میں مدعیہ نے آپ کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ سوپول میں عرصہ ڈھائی تین سال سے غائب ولاپتہ ہونے اور نان ونفقہ ودیگر حقوق زوجیت ادانہ کرنے کی بنیاد پر فسخ نکاح کا مقدمہ دائر کیا ہے، لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں آئندہ تاریخ پیشی ۱۹/ربیع الاول ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۷/نومبر ۲۰۱۸ء روز منگل کو خود مع گواہان بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر عدم حاضری وعدم پیروی کی صورت میں مقدمہ فیصل کیا جاسکتا ہے۔ فقط قاضی شریعت

● مقدمہ نمبر ۵۶/۱۳۴۵/۱۴۳۹ھ (متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ بھوارہ، ضلع مدھوبنی)

ناصرین پروین بنت محمد شمیم ساکنہ مقام بلہا اتر ٹولہ، ڈاکخانہ بلہا، تھانہ راج نگر، ضلع مدھوبنی...... مدعیہ

بنام

محمد آصف ولد محمد رحمت مقام رہیدہ ڈاکخانہ پُنہانہ، تھانہ پُنہانہ، ضلع نوح، ہریانہ.......... مدعاعلیہ

اطلاع بنام مدعاعلیہ: مقدمہ ھٰذا میں مدعیہ نے آپ کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ بھوارہ ضلع مدھوبنی میں عرصہ ڈیڑھ سال سے غائب ولاپتہ ہونے اور نان ونفقہ ودیگر حقوق زوجیت ادانہ کرنے کی بنیاد پر فسخ نکاح کا مقدمہ دائر کیا ہے، لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں آئندہ تاریخ پیشی ۱۹/ربیع الاول ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۷/نومبر ۲۰۱۸ء روز منگل کو خود مع گواہان بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا پیروی نہ کرنے کی صورت میں مقدمہ فیصل کیا جاسکتا ہے۔ فقط قاضی شریعت

بقیات

بقیہ وہ جو بیچتے تھے دوائے دل......... زندگی کے سارے کاروبار ہوتے تھے، مہمانوں کی آمد، علماو صلحا کا استقبال، ان کی ضافت، فتنوں کا خاتمہ، دعا، دوا، گھریلو مسائل ومعاملات، باہر کے جھگڑوں سے نپٹنا سب سے واسطہ پڑتا تھا؛ لیکن مخلوق سے تعلق بھی خالق سے تعلق کی بنا پر تھا، مقصد صرف خالق ومعبود کی رضا تھی، عزیمت پر عمل کرنے والے حضرات کا یہی طریقہ رہا ہے، ان کے ہاتھ پاؤں اپنے اپنے کام کیا کرتے ہیں اور دل اپنے کام میں لگا رہتا ہے، وہ کبھی یاد خدا سے غافل نہیں ہوتا، سارے ذکر وشغل کا خلاصہ، اوراد ووظائف کا عطر بھی یہی ہے، حضرت مونگیری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''محمدی درویش کا مقصد ذکر واذکار سے دل کو دنیا کے رذائل سے پاک کرنا اور قلب کو یکسو کرکے اللہ کی طرف لگانا ان کا اصلی مقصد یہ ہوتا ہے کہ قلب میں اللہ کی یاد اورخیال کے سوال کچھ نہ رہے اورشریعت کے احکام مثل طبعی ضرورتوں کے ہوجائیں۔'' (مکاتیب محمدیہ جلد اول:۳۲) یہی طریقہ انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا رہا ہے، ان کی پوری زندگی جہد مسلسل اور سعی پیہم کی عملی تفسیر رہی ہے، ان کا دن گھوڑے کی پیٹھ پر گذرتا اور راتیں خدا کے حضور عاجزی وانکساری، توبہ وانابت اور دعا واستغفار میں صرف ہوتیں۔ (باللیل رھبان وبالنھار فرسان)

لیکن دن کے جھمیلے بھی دل کو یاد خدا سے کبھی غافل نہیں کرتے، حضرت مونگیری قدس سرہ فرماتے ہیں:

انہیں میں زیادہ عالی مرتبت والے وہ ہیں، جن کی نسبت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ﴾ یعنی ایسے مرد ہیں کہ تجارت (دنیا کے کاروبار خرید وفروخت) انہیں اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی، ''دل بہ یار ودست بکار'' ان کی حالت ہوتی ہے، سبحان اللہ عجیب معاملہ ہے کہ دل میں تو جوش محبت خداوندی نے کسی کی جگہ نہ چھوڑی، مگر ظاہر میں سب کچھ کررہے ہیں، صحابہ کی یہی شان تھی اور ان کے طفیل حضرات نقشبندیہ مجددیہ کے کاملین میں بھی ایسا دیکھا گیا۔ (مکاتیب محمدیہ حصہ اول:۳۲)

حضرت مونگیری قدس اللہ سرہ العزیز نے زندگی میں علمی ودینی تحریکیں چلائیں، ان تحریکوں میں بڑے سخت حالات سے گذرنا پڑا، کبھی رفقا نے ساتھ چھوڑا، اپنے بیگانے بن گئے، بعض مقامات پر غلط فہمیاں پھیلائی گئیں، جن کی وجہ سے عوامی مخالفت کا مقابلہ کرنا پڑا اور ۱۹۰۱ء میں جب مستقل طور پر کانپور چھوڑ کر مونگیر کو وطن بنایا اور اشاعت دین ہی کی خاطر عیسائیوں اور قادیانیوں کے خلاف زبردست قلمی جہاد اس وقت شباب پر تھا تو بڑے خطرات سے دوچار ہوئے۔

ان نازک حالات میں آپ نہ رکے، اپنا تبلیغی مشن جاری رکھا، عام طور پر دیکھا گیا کہ زبردست مخالفت جذبۂ عمل کو سرکردیتی ہیں اور مال ودولت کی وجہ سے قدم میں لغزش آجاتی ہے؛ لیکن یہ اسی وقت ہوتا ہے جب انسان ان چیزوں کو اہمیت دے اور دل کے گوشے میں ان کے لیے تھوڑی بہت گنجائش ہو، تربیت یافتہ دل اور نفس مطمئنہ رکھنے والوں کو یہ چیزیں متاثر نہیں کرسکتیں۔ حضرت گنج مرادآبادی قدس اللہ سرہ العزیز کے دربار سے حضرت مونگیری علیہ الرحمہ کو نفس کا غنا اور عرفان کی دولت بھی ملی تھی، اس لیے ہر نازک موڑ پر حضرت مونگیری رحمۃ اللہ علیہ استقامت وعزیمت کے پہاڑ معلوم ہوتے ہیں، ہر قسم کی تعریف وستائش سے بے پروا، خوشامد کے ذریعہ انہیں رام نہیں کیا جاسکتا تھا، مخالفین ان کے بڑھتے ہوئے قدم کی زنجیر نہیں بن سکتی تھی اور نہ تعریف وتوصیف کے ذریعہ مطلب برآری کی جاسکتی تھی۔

جب خلافت تحریک چلائی گئی، گاندھی جی نے حکیم اجمل خاں مرحوم کو مشورہ دیا کہ جب تک اس تحریک میں مذہبی رہنماؤں اور روحانی پیشواؤں کو ساتھ نہیں لگایا جائے گا، تحریک کامیاب نہیں ہوسکتی، حکیم صاحب اور خلافت کے دوسرے ذمہ داروں نے تجویز سے اتفاق کیا اور یہ بات طے پائی کہ ایک نمائندہ وفد ہندوستان کے ممتاز روحانی اور مذہبی پیشواؤں سے ملاقات کرے اور انہیں خلافت تحریک میں شرکت کی دعوت دے۔

سب سے پہلا وفد حضرت مونگیری قدس اللہ سرہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، جس میں گاندھی جی، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، ڈاکٹر انصاری اور حکیم اجمل خاں صاحب نے خانقاہ رحمانیہ کے گیٹ پر اپنی چپل اتاردی اور عقیدت واحترام کا اظہار کرتے ہوئے دونوں ہاتھ جوڑے حضرت مونگیری کے حجرہ میں پہونچے اور گفتگو کی ابتدا کی، گاندھی جی نے قرآن پاک اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی تعریفیں کیں، انہوں نے یہ بھی کہا کہ قرآن مجید سے میں بہت متاثر ہوا اور سورہ فاتحہ کا کچھ حصہ میں نے اپنی دعاؤں میں شامل کرلیا ہے، جب گاندھی جی اپنی بات کہہ چکے تو حضرت مونگیری نے فرمایا کہ آپ نے قرآن مجید اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی تعریفیں کی ہیں، قرآن مجید اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بھی اونچے ہیں، آپ کی تعریف صحیح ہے، مگر آپ مجھے قرآن مجید اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ خامیاں بھی بتائیے جن کی وجہ سے آپ اب تک ایمان نہیں لاسکے، ان دونوں میں کوئی نہ کوئی عیب تو ہوگا ہی، جن کی وجہ سے آپ مسلمان نہیں ہوئے، گاندھی جی خاموش ہوگئے، ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا، حضرت مونگیری قدس اللہ سرہ نے کچھ سکوت فرمایا اور پھر یہ شعر پڑھا۔

ذات صیاد آورد بانگ صغیر ☆ بہ گیرد مرغ را آن مرغ گیر

یعنی شکاری جال پھیلا دیتا ہے اور جن جانوروں کو پکڑنا چاہتا ہے، انہیں کی آواز نکالتا ہے، تاکہ وہ جانور آسانی سے پھندے میں آجائیں، حضرت مونگیری رحمۃ اللہ علیہ نے پھر فرمایا: معاف کیجئے گا گاندھی جی! آپ کے دل میں نہ پیغمبر اسلام کی عظمت ہے، نہ قرآن پاک کی، آپ ہماری بولی بول کر ہمیں پھنسانے آئے ہیں۔

حضرت مونگیری قدس اللہ سرہ العزیز کا یہ جواب جہاں ان کی جرأت ایمانی کی علامت ہے، وہاں فراست ایمان کی بھی، گاندھی جی کے دل میں پیغمبر اسلام اور کلام اللہ کی قدر وعزت میں حقیقت وسچائی کو کتنا دخل تھا اور سیاست کو کتنا، گاندھی جی کی زندگی سے واقف حضرات اسے اچھی طرح جانتے ہیں، نفس کا غنا اور فراست ایمان کی کنجی دراصل وہ قلبی قوت تھی، جو انہیں حاصل تھی اور جن کا سب سے بڑا دخل حضرت گنج مرادآبادی تھے، حضرت گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم مربی کی ہم نشینی نے انہیں سوز دروں سے نوازا تھا اور دل کو آئینہ حقیقت نما بنادیا تھا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کے ذریعہ قدرت نے اصلاح باطن کا بڑا کام لیا، سیکڑوں افراد ایمان لائے، ہزاروں ایسے تھے جن کا ایمان خطرہ میں تھا، حضرت مونگیری علیہ الرحمہ نے انہیں سنبھال دیا اور وہ اسلام پر ثابت قدم ہوگئے، لاکھوں اشخاص نے آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوکر اپنی زندگی بنائی، یہ آپ کی قلبی قوت اور صفائی باطنی کا اثر تھا کہ آپ کی مجلس میں علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا مرتضی حسن چاندپوری، مولانا عبدالوہاب دربھنگوی، مولانا مفتی عبداللطیف رحمانی، مولانا نثار احمد کانپوری، مولانا ابراہیم سیالکوٹی، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا عبدالشکور لکھنوی، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہم اللہ جیسے علما ایک ساتھ بیٹھے نظر آتے تھے، باوجودیکہ ان کی راہ الگ، طرز فکر جداگانہ اور اس اختلاف نے ان حضرات کی یکجائی کے مواقع ختم کردیئے تھے۔

حضرت مونگیری علیہ الرحمہ کی قلبی قوت بعض دفعہ کھل کر بھی سامنے آجاتی تھی، ۱۹۰۳ء یا ۱۹۰۴ء کی بات ہے، حضرت مونگیری قدس اللہ سرہ العزیز دوگھرا ضلع دربھنگہ تشریف لے گئے، دوگھرا سے قریب ایک گاؤں جالہ ہے، جو حضرت شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی شاگرد اپنے زمانہ کے مشہور عالم اور اچھے مناظر مولانا عبدالاحد صاحب علیہ الرحمہ کا وطن ہے، کسی نے مولانا سے کہا کہ حضرت مونگیری رحمۃ اللہ علیہ سے آپ بھی ملاقات کیجئے، انہوں نے کہا کہ وہ قیام کے قائل ہیں، میں نہیں ملوں گا، (بروایت حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی قاضی شریعت امارت شرعیہ صاحبزادہ حضرت مولانا عبدالاحد علیہ الرحمہ) رات کو خواب میں شیخ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ صاحب قصیدہ بردہ کو دیکھا کہ اشعار پڑھ رہے تھے، جن کا مفہوم کچھ اس طرح کا تھا کہ ایک نعمت گذر گئی اور اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکا، مولانا عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ کو تنبیہ ہوئی، وہ ملاقات کے لیے روانہ ہوگئے، اب تک کبھی مولانا کو حضرت مونگیری کے دیکھنے کا بھی موقع نہیں ملا تھا، جب وہ دوگھرا پہونچے، معلوم ہوا کہ گڑھول جاچکے ہیں، گڑھول پہونچے، ایک باغ میں حضرت مونگیری حضرت مولانا بشارت کریم صاحب کے ساتھ چہل قدمی فرمارہے تھے، وہیں ملاقات ہوگئی، حضرت مونگیری علیہ الرحمہ نے دیکھتے ہی فرمایا: مولوی عبدالاحد تم کہاں آگئے، تم تو رات ہی شیخ بوصیری علیہ الرحمہ کے ہاتھ پر بیعت ہوچکے ہو، پھر مولانا عبدالاحد کے اصرار پر بیعت فرمایا۔

اصلاح حال کے سلسلے کا ایک واقعہ جناب کریم بخش صاحب مرحوم کا بھی ہے، موصوف شہر مونگیر کے رئیسوں میں تھے، گھڑی کی دوکان تھی، ایک بار حضرت مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، بیعت کی درخواست کی، ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ مجھ سے دس قسم کے وعدے پورے نہ ہوسکیں گے، کوئی ایک وعدہ کرالیا جائے، ان شاء اللہ پابندی کروں گا، حضرت مونگیری علیہ الرحمہ نے فرمایا: اس کا عہد کرو کہ میرے سامنے شریعت کے خلاف کوئی کام نہیں کروگے، کہنے لگے: اس کی ہمت تو یوں بھی نہیں کرسکتا، بہرحال وہ وعدہ کرکے چلے گئے، کریم بخش صاحب مرحوم کا معمول تھا کہ ان کے ہاں شام کے وقت احباب جمع ہوتے اور شراب کی محفل جمتی، حسب معمول اس روز بھی دوکان پر مجلس جمی، ساغر ومینا کا دور آیا، دیکھا کہ سامنے حضرت مونگیری تشریف لارہے ہیں، لرز گئے اور دوکان میں جاکر بند ہوگئے، گھر میں رات کے کھانے کے بعد بھی شراب پینے کا معمول تھا، حسب معمول شراب لائی گئی، کریم بخش صاحب مرحوم نے جام ہاتھ میں لیا، سامنے نظر پڑی تو دیکھا کہ حضرت مونگیریؒ کھڑے ہیں، سکتہ میں آگئے، معاملہ ان کی سمجھ میں آگیا، شراب نوشی کے سارے سامان توڑ تاڑ کر غسل کیا، صبح کو حضرت مونگیری قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: حضرت! آپ جن جن باتوں کی چاہیں بیعت لے لیں، توبہ اس طرح کرائی جاتی ہے اور غلط راہ سے قلبی قوت کے سہارے صحیح راستے کی طرف اس طرح بھی پھرایا جاتا ہے۔

دل کی دنیا آباد کس طرح کی جاتی ہے اور چراغ سے چراغ کیوں کر جلتے ہیں، اسے بھی سنئے، محمد فضل دین مستری لاہور کے رہنے والے جمالپور میں ٹھیکہ داری کا کام کرتے تھے، حضرت مونگیری نے جب مونگیر کو وطن بنایا، اس وقت ان کی آمدورفت تھی، ۱۹۰۳ء میں حضرت مونگیری قدس اللہ سرہ العزیز نے زنانہ مکان بنوایا، فضل دین صاحب نے مکان بنوانے میں بڑی مدد کی، جب تعمیر پوری ہوگئی، حضرت مونگیری علیہ الرحمہ نے فرمایا: بتلاؤ تمہارے مکان پر کیا خرچ آیا، انشاء اللہ رفتہ رفتہ اسے ادا کردوں گا۔ فضل دین صاحب نے دست بستہ عرض کیا: میں نے مکان اس واسطے نہیں بنوایا کہ آپ سے قیمت لوں، میں ایک ٹھیکہ دار ہوں، اس مکان کے بنوانے پر مجھ پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ حضرت مونگیری نے فرمایا تو پھر کس لیے بنوایا ہے؟ فضل دین صاحب نے عرض کیا: میں بہت سے بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، ممالک اسلامیہ کی بھی سیاحت کی ہے، جوان سے میری صرف ایک تمنا ہے کہ میرا قلب جاری ہوجائے اور میں نے اسی مقصد کے لیے یہ مکان بنوایا ہے۔ فضل دین صاحب کا بیان ہے کہ مونگیری کو جوش آگیا، کھڑے ہوگئے اور ان سے قریب جاکر فرمایا: قمیص اٹھاؤ، انہوں نے قمیص اٹھائی، حضرت مونگیری علیہ الرحمہ نے شہادت کی انگلی سے ان کے قلب پر ٹھوکر ماری اور فرمایا: میاں قلب یوں جاری ہوتا ہے۔ ۱۹۳۴ء میں فضل دین صاحب مونگیر آئے اور انہوں نے والد بزرگوار حضرت مولانا منت اللہ رحمانی علیہ الرحمہ سے اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے کہا: وہ دن ہے اور آج کی گھڑی، کبھی قلب غافل نہیں ہوا۔ یہ واقعات دل کی قوت، تصرف کی صلاحیت اور تاثیر وتاثر کی چند علامتیں ہیں، جن کے ذریعہ حضرت مونگیری علیہ الرحمہ کو پہچاننے میں مدد ملتی ہے۔

خدا ہی جانتا ہے کہ ان کی ان صلاحیتوں سے کتنے گم گردہ راہوں نے ہدایت پائی ہوگی اور سوئے دل بیدار ہوگئے ہوں گے، اگر دنیا کی رفاہیت اور دینی سعادت کا سبب تلاش کیا جائے تو چند چیزیں ملیں گی، حضرت مونگیری قدس سرہ کی فطری صلاحیت اور خدا تک پہونچے کا بے پناہ جذبہ اور اس کے لیے پوری کوشش حضرت گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی ہم نشینی کا فیض اور ان کی نگاہ کیمیا کا اثر اور شریعت کے عام ارکان کے ساتھ سنن ونوافل تک کی پابندی کہ جب تک شریعت پر عمل نہیں کیا جاتا، نہ نفس کا غنا ملتا ہے اور نہ تقویٰ کی دولت، نہ کسی کے دل کی دنیا آباد ہوسکتی ہے اور نہ کوئی ولی بن سکتا ہے۔

بقیہ اللہ کی باتیں رسول اللہ کی باتیں...... قرطبی لکھتے ہیں: ''نزلت فی جمیع المومنین ،والمعنی یاایھاالذین صدقوا اقیموا علی تصدیقکم واثبتوا علیہ (قرطبی) اور اس آیت میں تمام مسلمانوں کو مخاطب کرکے کہا گیا ہے کہ اے وہ لوگوں جنہوں نے ایمان اور اسلام کی تصدیق کی اور اس کو سچا جانا وہ اپنی سچائی پر ثابت قدم رہیں جمے رہیں یعنی عملی طور پر اسلام کی صداقت کا ثبوت دیں ابن کثیر لکھتے ہیں: ''یأمر تعالی عبادہ المومنین بالدخول فی جمیع شرائع الایمان وشعبہ وارکانہ ودعائمہ ''(ابن کثیر) یعنی اس آیت کے ذریعہ اللہ تعالی تمام مومنوں کو ایمان واسلام کے تمام ارکان وشرائع کی پابندی کرنے کا حکم دے رہے ہیں، اس لیے جب تک کہ ہم مسلمان زندگی کے ہر گوشہ میں مکمل طور پر اسلام کو نہیں اپنائیں گے، دنیا کی اس ذلت وپستی سے نہیں نکل سکتے جب کہ آخرت کی سزا الگ ہوگی؛ اس لئے اس وقت ہماری سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ ہم اسلام کو ایک مکمل نظام حیات کے طور پر اپنا کر اس کا عملی نمونہ پوری دنیا کے سامنے پیش کریں تاکہ خود بھی دنیا وآخرت کی ذلت وپستی اور ہلاکت وبربادی سے بچ سکیں اور دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کریں کہ ہمارا عملی نمونہ دوسروں کے سامنے اسلام کی حقانیت وابدیت کو واضح کرے گا، تو وہ بھی اسلام کی طرف راغب ہوکر دنیا وآخرت کی ہلاکت سے بچنے کی کوشش کریں گے۔

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

پروگرام خصوصی تربیتی اجلاس ضلع مغربی ومشرقی چمپارن

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ کے زیر اہتمام: ضلع مشرقی ومغربی چمپارن بہار میں چارروزہ خصوصی تربیتی اجلاس بتاریخ: ۱۷/۱۸/۱۹/۲۰؍نومبر ۲۰۱۸ء روز سنیچر اتوار، سوموار، منگل بمقام: **جامع مسجد ڈھاکہ ضلع مشرقی چمپارن ویتیم خانہ بدریہ بتیا ضلع مغربی چمپارن** ’’زیر صدارت: مفکر اسلام **حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم** امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ، سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر، جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ منعقد ہونے جا رہا ہے، جس میں ضلع مغربی ومشرقی چمپارن کے نقباء ونائبین نقباء، ارباب حل وعقد وارکان شوریٰ امارت شرعیہ، حضرات علماء، ائمہ کرام، مدارس کے ذمہ داران، دانشوران اور سماجی کارکنان شرکت فرمائیں گے۔

پروگرام مغربی چمپارن

تاریخ ودن	اجلاس کی نوعیت	وقت
۱۷؍نومبر 2018 روز سنیچر	اجلاس نقباء ونائبین، ارباب حل وعقد و ارکان شوریٰ	۱۰؍بجے دن تا عشاء
۱۸؍نومبر ۲۰۱۸ء روز اتوار	اجلاس حضرات علماء، ائمہ کرام، مدارس کے ذمہ داران، دانشوران وسماجی کارکنان	۱۰؍تا ۲؍بجے دن

پروگرام مشرقی چمپارن

تاریخ ودن	اجلاس کی نوعیت	وقت
۱۹؍نومبر ۲۰۱۸ روز سوموار	اجلاس نقباء ونائبین، ارباب حل وعقد وارکان شوریٰ	۱۰؍بجے دن تا عشاء
۲۰؍نومبر ۲۰۱۸ء روز منگل	اجلاس حضرات علماء، ائمہ کرام، مدارس کے ذمہ داران، دانشوران وسماجی کارکنان	۱۰؍تا ۲؍بجے دن

ان چاروں دنوں کے خصوصی تربیتی اجلاس میں حاضرین کو وقت کے اہم مسائل ومشکلات سے روشناس کرانے کے ساتھ ان کے حل کی طرف رہنمائی کی جائے گی، اور آج کے بدلتے ہوئے حالات میں انہیں ان کی ذمہ داریوں سے واقف کرایا جائے گا۔ مدعوئین حضرات سے اپیل ہے کہ پروگرام کے مطابق وقت پر تشریف لاکر حضرت امیر شریعت مدظلہ کے خطاب وپیغام سے مستفیض ہوں، اپنے مفید مشوروں سے نوازیں اور ملی بیداری کا ثبوت دیں۔

حضرت امیر شریعت رابع کے مکتوبات کی تیسری جلد منظر عام پر

امیر شریعت رابع حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب کا مجموعہ مکتوبات رحمانی کی تیسری جلد منظر عام پر آچکی ہے، اس سے پہلے مکتوبات رحمانی کی پہلی اور دوسری جلد شائع ہوچکی ہے، مکتوبات رحمانی کو مفتی نوید اقبال رحمانی نے مرتب کیا ہے، اس جلد میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ۱۴۶؍مکتوبات درج ہیں، جس میں زیادہ تر مکتوب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ومجاز ماسٹر محمد امین صاحب رحمانی سیوان کے نام لکھے گئے ہیں، خطوط کے مجموعے میں ایک خط نامور عالم دین حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمان عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام تحریر کردہ ہے، مکتوبات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان مکاتیب سے اصلاح نفس کے متعلق ہدایات، تصوف کے حقائق ومعارف جاننے اور مختلف امور میں بہترین رہنمائی ملتی ہے، مکتوبات رحمانی کو تینوں جلد معلومات کا بیش بہا خزانہ ہے، کیونکہ انکی ترتیب میں ان باتوں کا خاص خیال رکھا گیا ہے (۱) مکتوب الیہ کا سوانحی خاکہ پیش کیا گیا ہے (۲) مکتوب میں درج مختلف شخصیات اور مقامات کا تعارف معتبر کتابوں، مکتوب الیہ اور دوسرے ذرائع سے معلوم کرکے لکھا گیا ہے، (۳) اسی طرح قرآنی آیات وغیرہ کی تشریح کردی گئی ہے، مکتوبات کی ترتیب کا یہ طریقہ خود حضرت امیر شریعت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی کے مکاتیب کا مجموعہ ’’مکاتیب گیلانی‘‘ مرتب کرتے وقت اختیار کیا تھا، جس کی وجہ سے ان کا مرتب کردہ یہ مجموعہ مرجع کی حیثیت اختیار کیا گیا۔

مکتوبات رحمانی کی تین جلدوں کے علاوہ مکاتیب رحمانی کے نام سے بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب کا ایک مجموعہ منظر عام پر آیا ہے، جسے مشہور عالم دین حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مظفر پوری نے ترتیب دیا ہے، مکتوبات رحمانی کی چوتھی جلد کی جمع وترتیب کا کام بھی جاری ہے، اور امید ہے اس کی چوتھی جلد بھی جلد منظر عام پر آئے گی۔ مکتوبات رحمانی دارالاشاعت خانقاہ رحمانی مونگیر سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

رحمانی فاؤنڈیشن مونگیر: ۲؍دسمبر کو قومی سمینار اور مشاعرہ

رحمانی فاؤنڈیشن کے شعبہ فروغ ادب کے زیر اہتمام ہر سال کی طرح اس سال بھی قومی سمینار منعقد کیا جارہا ہے، یہ سمینار ۲؍دسمبر ۲۰۱۸ء روز اتوار کو منعقد ہوگا، اور اسی دن رات میں ایک شاندار مشاعرہ کا انعقاد ہوگا، اس سمینار میں ملک کے مختلف صوبوں کی یونیورسٹیوں سے تاریخ داں، پروفیسر، اہل قلم، ادیب اور صحافی حضرات شرکت کررہے ہیں، یہ سمینار اس اعتبار سے اہم ہے کہ اس میں دو شخصیتوں پر سینکڑوں مقالے پڑھے جائیں گے۔ جس کا عنوان ہے ’’ہندوستان کی تعمیر وترقی میں شیر شاہ سوری کا کردار‘‘ اور ’’شری کرشن سنہا۔ حیات اور کارنامے‘‘ یہ دونوں شخصیت بہار کے لیے اہم ہیں، شیر شاہ سوری ملک کی تعمیر وترقی کے لیے تاریخی شخصیت ہیں، جنہوں نے اپنی عظیم خدمات سے ملک کو خوب ترقی دیا ہے، اور ایسے کارنامے انجام دیئے ہیں، جو اپنی قلیل مدت کے اعتبار سے حیران کن ہیں، اس طرح بہار کے پہلے وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے شری کرشن سنہا صاحب کا نام بہار کی تعمیر میں اول صف میں آتا ہے، اس وجہ سے ان کی شخصیت بھی اہمیت کی حامل ہے۔

رحمانی فاؤنڈیشن کے اس سمینار میں پٹنہ یونیورسٹی، کلکتہ یونیورسٹی، متھلا یونیورسٹی، دہلی یونیورسٹی، مہاراشٹریہ یونیورسٹی، جامعہ ملیہ دہلی، رانچی یونیورسٹی کے علاوہ دوسرے بڑے اداروں کی اہم شخصیات شریک ہوں گی، اس موقعہ پر مقالے پیش کیے جائیں، جنہیں بعد میں کتاب کی شکل دی جائے گی۔ یہ سمینار بانی رحمانی فاؤنڈیشن امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی دامت برکاتہم کی صدارت میں منعقد ہوگا، حضرت کی خواہش رہتی ہے کہ ملک کی نامور شخصیات کو سمینار، سمپوزیم کے ذریعہ یاد کیا جائے، تاکہ نئی نسل میں اپنی شخصیتوں کے بارے میں معلومات ہو، اور نوجوانوں میں خدمت کا جذبہ پیدا ہوسکے۔

۲؍دسمبر ۲۰۱۸ء کو منعقد ہونے والے سمینار کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس موقعہ پر گذشتہ سمینار میں پڑھے گئے مقالوں کا مجموعہ شائع کیا جائے گا۔ یہ کتاب جناب پروفیسر لطف الرحمان صاحب کی شخصیت پر مضامین کا مجموعہ ہے، یہ مضامین گذشتہ سال سمینار میں پڑھے گئے تھے۔ سمینار سے متعلق معلومات فراہم کرتے ہوئے، رحمانی فاؤنڈیشن کے جنرل سکریٹری مولانا ظفر عبدالرؤف رحمانی نے بتایا کہ رحمانی فاؤنڈیشن رفاہی خدمت کے ساتھ ہندوستانی تہذیب اور ملک کی سالمیت کی بقاء کے لیے بھی پروگرام کرتا رہتا ہے، جس کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں، یہ سارے سمینار اور پروگرام انہیں یکجہتی اور گنگا جمنی تہذیب کو باقی رکھنے کی راہ میں ایک کوشش ہے، انہوں نے کہا کہ مشاعرہ میں بھی قومی سطح کے شعراء شریک ہوں، اور یہ مشاعرہ بھی گنگا جمنی تہذیب کو باقی رکھنے میں مددگار ثابت ہوگا۔

سی بی آئی میں بھی کرپشن، کس پر کیا جائے اعتماد؟: ملی کاؤنسل

آل انڈیا ملی کونسل کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر محمد منظور عالم نے کہا ہے کہ ملک کی سب سے بڑی تفتیشی ایجنسی سی بی آئی بھی مشکوک ہوگئی ہے لہذا اب عوام کس پر اعتبار کریں؟ انہوں نے آج یہاں جاری ایک بیان میں کہا کہ سی بی آئی ملک کی سب سے بڑی تفتیشی ایجنسی ہے، وہ پارلیمنٹ کے سامنے بھی جواب دہ نہیں ہے۔

کسی بھی معاملہ کی سچائی اور حقیقت جاننے کیلئے سی بی آئی سے انکوائری کرانے کا مطالبہ کیا جاتا ہے لیکن ہندوستان کی تاریخ میں اب یہ ادارہ بھی مشکوک ہوگیا ہے، افسران پر رشوت لینے کا سنگین الزام ہے، سی بی آئی خود سی بی آئی کے خلاف تفتیش کررہی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ سی بی آئی میں اس وقت جو کچھ ہورہا ہے اس سے ملک کا سب سے موقر ادارہ مشکوک ہوگیا ہے، عوام مایوس ہوچکی ہے کہ وہ کیا کرے، انہوں نے سوالیہ انداز میں حکومت سے پوچھا کہ آخر سی بی آئی میں جاری اس جنگ کو کیا سمجھا جائے، یہ کس بات کی طرف اشارہ ہے اور کیا اس کی گذشتہ کارکردگی اب قابل اطمینان اور صحیح سمجھی جاسکتی ہے۔

قرآن کریم کا کھلا معجزہ: نوسالہ طالبہ نے دارالعلوم الاسلامیہ میں حفظ قرآن مکمل کیا

دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ رضا نگر گون پورہ پھلواری شریف کی تاریخ میں پہلی بار ایک نو سالہ طالبہ عزیزہ حافظہ عارفہ نے قرآن مجید حفظ کرکے تاریخ رقم کی۔ دارالعلوم الاسلامیہ کی مسجد میں مورخہ ۱۴؍صفر ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۴؍اکتوبر ۲۰۱۸ء روز بدھ کو ۸؍بجے صبح میں ایک دعائیہ مجلس منعقد ہوئی، جس میں دارالعلوم الاسلامیہ کے اساتذہ وطلبہ کے علاوہ امارت شرعیہ کے نائب ناظم اور دارالعلوم الاسلامیہ کے ناظم جناب مولانا سہیل احمد ندوی صاحب نے شرکت فرمائی۔ اس موقع پر انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے پڑھنے اور پڑھانے والوں کو روئے زمین پر سب سے بہترین انسان قرار دیا ہے۔ اس لیے الگ سے کسی سند کی ضرورت نہیں ہے، میں مبارک باد دیتا ہوں عزیزیہ عارفہ کو اور دل سے دعا کرتا ہوں کہ مستقبل میں حقیقتاً وہ عارفہ ہو، اسم کا اثر مسمیٰ پر پڑا کرتا ہے۔ اس موقع پر تمام اساتذہ کرام بالخصوص حفظ کے اساتذہ مبارک باد کے قابل ہیں، اور جناب قاری ابرار الحق صاحب کو بھی دل سے مبارک باد دیتا ہوں جنہوں نے بچی کو حافظہ بنانے میں بہت محنت وجانفشانی کی ہے۔ حافظہ کے والد مفتی نیر اسلام کو بھی مبارک باد دیتا ہوں اور ان کی اہلیہ بھی مبارک باد کی مستحق ہیں، یہ سراسر کار خیر اور صدقۂ جاریہ ہے، مفتی نیر اسلام صاحب کو، ان کی اہلیہ کو اور پڑھانے والے استاذ کو اس کا ثواب قیامت تک ملتا رہیگا۔

حاجیوں سے لی گئی زائد رقم مرکزی حج کمیٹی واپس کرے

۲۰۱۸ء کے سفر حج کے موقع پر حج کمیٹی آف انڈیا کے ذریعہ حاجیوں سے مختلف مصارف کے نام پر جو رقم وصول کی گئی، وہ مصارف سے زیادہ تھی، جسے مرکزی حج کمیٹی نے حج آپریشن ختم ہونے کے دو ماہ بعد بھی اب تک حاجیوں کو واپس نہیں کیا ہے، اس سلسلہ میں جناب مولانا ایوب نظامی صاحب ناظم مدرسہ صوت القرآن دانا پور نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے مرکزی حج کمیٹی سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ حاجیوں کی زائد رقم جلد از جلد حاجیوں کو موصول کرائے، انہوں نے کہا کہ مدینہ منورہ میں دو طرح کی رہائشی سہولت دستیاب کرائی گئی تھی، جس میں ایک کا کرایہ ۹۵۰؍ریال اور دوسرے کا کرایہ ۵۰۰؍ریال تھا، ۹۵۰؍ریال ادا کرنے والوں کو بھی ۵۰۰؍ریال کرایہ والی ہی رہائش گاہ میں جگہ دی گئی، ان سے میٹرو کے نام پر ۴۰۰؍ریال لیا گیا، جس کا استعمال نہیں ہوا۔ اس طرح جو رقمیں زائد حج کمیٹی نے وصول کی ہیں، اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان حاجیوں کو زائد رقم جلد از جلد واپس کرے۔

Volume:56/66,Issue:42 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505

ہوشیاری دل ناداں بہت کرتا ہے
رنج کم سہتا ہے، اعلان بہت کرتا ہے
(محمد عرفان صدیقی)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND
THE NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61

ہیں کواکب کچھ، نظر آتے ہیں کچھ

مختار الحق

ہماری سیاسی پارٹیاں باہر سے چاہے جتنی بھی رنگ برنگی کیوں نہ دکھائی دیتی ہوں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اندر سے سبھی کی منزل ایک اور سب کے اغراض و مقاصد بھی ایک ہی ہوتے ہیں، اب یہ الگ بات ہے کہ ان میں سے اکثر و بیشتر پارٹیاں عوام کو لبھانے، دوسرے لفظوں میں بے وقوف بنانے کے لیے اپنے چہرے پر سیکولرزم، ہندوتوا اور ایسی ہی نہ جانے کن کن چیزوں کا غازہ مل لیتی ہیں، مگر سارا قصور انتخابی ہواؤں پر دھر دیجئے کہ یہ جیسے ہی چلنا شروع ہوتی ہیں، ویسے ہی ان کا سارا میک اپ اترنے لگتا ہے اور اندر سے ان کا اصلی چہرہ نمودار ہوجاتا ہے، ایسا ہونا فطری بھی ہے، کیوں کہ ہماری جمہوری طرز حکومت میں سیاسی پارٹیوں کا سارا کا سارا وجود صرف اور صرف اقتدار کے گرد گھومنے والا ہے، جسے حاصل کرنے کے لیے انتخابی سیاست کی پر خار راہوں سے گزرنا لازمی ہوتا ہے، یہ وہ راہیں ہیں، جن پر قدم رکھتے ہی اصلیت سامنے آجاتی ہے، بھگوا رنگ میں رنگی پارٹیوں کے تو ظاہر و باطن اکثر ایک ہی جیسے ہوا کرتے ہیں، وہ اندر سے جیسی ہوتی ہیں، باہر سے بھی ویسی ہی دکھائی دیتی ہیں، لیکن مشکل تب ہوتی ہے جب خالص سیکولرزم کے رنگ میں رنگی دکھائی دینے والی پارٹیاں بھی بھگوا چولا پہن لیتی ہیں، اس کام میں ہر چند کہ باغباں اور صیاد دونوں کو خوش رکھنے کی پوری پوری کوشش کی جاتی ہے، لیکن وقت اور حالات کے آئینے سے کچھ بھی نہیں چھپ پاتا۔

اگر ایسی بات نہیں ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ایک جانب ملک کی سب سے بڑی سیکولر کہی جانے والی قدیم ترین پارٹی ''رام'' کی پناہ میں جاتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے، تو دوسری جانب اسی پارٹی کے بطن سے پیدا ہونے والی ایک سیکولر پارٹی درگا پوجا کی آمد کے موقع پر اپنی زیر اقتدار ریاست کی تمام چھوٹی بڑی درگا پوجا کمیٹیوں کو دس دس ہزار روپئے کی گرانٹ دینے کا اعلان کررہی ہے۔ اس سے پہلے وہ ہندوتو کی علمبردار تنظیموں کی جانب سے نکالے جانے والے رام نومی کے اسلحہ بردار جلوس کے جواب میں غیر ہتھیار جلوس بھی نکال چکی ہے۔

اطلاعات شاہد ہیں کہ مدھیہ پردیش میں گذشتہ پندرہ برس سے سیاسی حاشیہ پر کھڑی کانگریس پارٹی آئندہ نومبر میں ممکنہ ریاستی اسمبلی انتخابات کے پیش نظر ''شری رام ون گمن پتھ یاترا'' شروع کرنے والی ہے۔ یہ ایک ایسی یاترا ہوگی جو ریاست کے ان سبھی مقامات سے ہوکر گزرے گی، جہاں جہاں سے ہوکر شری رام بن باس کے لیے گئے تھے، یعنی ان سبھی مقامات پر جائے گی جن سے ہوکر شری رام نے ''ون گمن'' یعنی جنگل کا راستہ اختیار کیا تھا، اس یاترا کی تیاریاں زور و شور کے ساتھ جاری ہیں، جس میں پارٹی کے بڑے لیڈروں کی شرکت یقینی بتائی جارہی ہے، امکان ہے کہ کانگریس کی یہ یاترا ۲۱ر ستمبر سے ۱۹ر اکتوبر تک چلے گی، جو تقریباً ۳۰ر سے زیادہ اسمبلی حلقوں سے ہوکر گذرے گی یقین ہے کہ یاترا کا آغاز مریادا پرشوتم رام جی کی بن باس یاترا کے سلسلہ میں تاریخی اہمیت کے حامل چترکوٹ سے کیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں پارٹی کے اس تجاہل عارفانہ کا جواب نہیں کہ یہ یاترا دراصل برسر اقتدار بھارتیہ جنتا پارٹی کو اس کا بھولا وعدہ یاد کرانے کے لیے نکالی جارہی ہے۔ پارٹی کے مطابق بی جے پی نے ایسی یاترا نکالنے کا اعلان کیا تھا، لیکن اس نے یہ نہیں کیا، اس لیے کانگریس اسے اس کا بھولا ہوا وعدہ یاد دلانے جارہی ہے۔ یاد رہے کہ مدھیہ پردیش میں آئندہ نومبر میں اسمبلی انتخابات ہونے والا ہے، ایسے میں اس کی جانب سے ''شری رام ون گمن پتھ یاترا'' نکالنے کا مقصد کیا اسی سچائی کی تصدیق نہیں ہے، جس کا ذکر ابھی ابھی اوپر کے جملوں میں کیا گیا ہے، مدھیہ پردیش کی انتخابی ہمہ ہمی میں ان دنوں یاتراؤں کا زور ہے، کانگریس کی یہ یاترا ایک طرح سے بی جے پی وزیر اعلیٰ شیوراج سنگھ چوہان کی ''جن آشیرواد یاتراؤں'' کا جواب بھی ہے۔

یہ بات کتنی مضحکہ خیز ہے کہ ملک کو انگریزوں کے چنگل سے آزاد کرانے کی جنگ میں پیش پیش رہنے والی سب سے پرانی اور سیکولرزم کی سب سے بڑی علمبردار کہی جانے والی پارٹی بھی آج انہیں انتخابی ہتھکنڈوں کو اپنا رہی ہے، جن کے لیے وہ اپنے حریف ٹولے کی لعنت و ملامت کرتی پھرتی تھی، اور جو اس کے نزدیک کبھی اچھوت ہوا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں چاہے جتنی بھی توضیحات کیوں نہ پیش کی جائیں، لیکن سچائی یہی ہے کہ کانگریس اور اس جیسی پارٹیوں نے یہ بات گرہ میں باندھ لی ہے کہ آج ملک کے کینوس پر کھلے ''کمل'' کو جلانے کا واحد راستہ یہی بچ گیا ہے کہ نہ صرف ''اپنے ہاتھ'' بھی زعفرانی رنگ میں رنگ لیے جائیں بلکہ ''گھاس کے پھول'' پر بھی بھگوا آب پاشی کی جائے۔

اب سے چند ماہ پہلے کے شب و روز گواہ ہیں کہ کرناٹک کے انتخابات کے موقع پر ملک کی اسی سب سے بڑی سیکولر پارٹی نے کس طرح نرم ہندوتو کا پانسہ پھینک کر مسند اقتدار تک پہونچنے میں کامیابی حاصل کی، اس وقت پارٹی کے قومی صدر نے تو مندر مندر گھوم کر پوجا پاٹ کرنے کی جھڑی لگادی تھی۔ اب جب کہ ۲۰۱۹ء کے لوک سبھا انتخابات ہونے والے ہیں تو موصوف نے کیلاش مان سرور کی یاترا کرنا ضروری سمجھا، اور لوٹتے وقت وہاں کا ''پوتر جل'' بھی اپنے ساتھ لے آئے، جس کا کچھ حصہ ابھی بھی ۱۰ر ستمبر کو بلائے گئے ''بھارت بند'' کے موقع پر ہم خیال پارٹیوں کے لیڈروں کے شانہ بشانہ احتجاجی مظاہرہ کے دوران دہلی کے راج گھاٹ پر مہاتما گاندھی کی سمادھی پر چڑھا کر استعمال بھی کیا۔

مسلمانوں کے درمیان جاکر مسلمان ہندوؤں کے درمیان جاکر ہندو اور عیسائیوں کے درمیان جاکر عیسائی بن جانا، سیاسی لیڈروں کا پسندیدہ وطیرہ ہے، حد تو تب ہوجاتی ہے جب مسلم نام والے لیڈران مندروں میں جاکر جل چڑھاتے اور پیتے ہیں۔ اب سے چند ہفتے بعد جب مغربی بنگال کے سب سے بڑے تہوار درگا پوجا کی دھوم مچنے والی تھی، تو ریاست کی سیکولر ماں، ماٹی اور مانش کی حکومت کی سربراہ اور وزیر اعلیٰ ممتا بنرجی کی جانب سے ۸۰۰ر پوجا کمیٹیوں کو دس دس ہزار روپئے کا گرانٹ دینے کا اعلان کرنا اور اس کے لیے سرکاری خزانے سے ۲۸ر کروڑ روپئے مختص کردینا، حقیقت حال سے کیا کہہ رہا ہے؟ یہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، ویسے اس پر ریاست کے سابق کانگریسی صدر اور سینئر سیاسی لیڈر سومن مترا یہ پوچھے بغیر نہ رہ سکے کہ ممتا بنرجی مذہبی سیاست کا سہارا لے کر جو روپئے تقسیم کررہی ہیں، کیا وہ روپئے ان کے ذاتی ہیں؟ ظاہر سی بات ہے کہ یہ روپئے ان کے ذاتی نہیں ہیں، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ذاتی مقاصد کے لیے عوام کے روپئے کو لٹانا کس حد تک درست ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اپنے ملک کی نیلی، پیلی، لال، ہری اور زعفرانی رنگ والی تقریباً سبھی پارٹیاں دھرم اور آستھا کے نام پر روز اول سے ہی اپنا الو سیدھا کرنے میں جٹی ہوئی ہیں، جس کے نتیجے میں ملک کا سینہ نہ جانے کتنے خونچکاں واقعات سے چھلنی بھی ہوچکا ہے، اجودھیا کا مندر۔ مسجد تنازع اسی سلسلہ کی ایک ایسی کڑی ہے، جسے بلاشبہ ہندوستان میں الیکشن جیتنے کا اب تک کا سب سے بڑا سیاسی حربہ کہا جاسکتا ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ یہ مسئلہ ہنوز لاینحل ہے، کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ یہ جب تک زندہ رہے گا سیاسی پارٹیوں کے لیے نعمت غیر مترقبہ کا کام کرتا رہے گا، ایک طرف تو انتخابات پر نشانہ سادھ کر چلنے والی سیکولر پارٹیوں کا یہ رنگ و روپ ہے تو دوسری جانب وزیر اعظم نریندر مودی نے بھی خم ٹھونک کر اعلان کردیا ہے کہ ان کی پارٹی کو آئندہ پچاس برسوں تک کوئی شکست نہیں دے پائے گا۔ بی جے پی کی قومی مجلس عاملہ کی میٹنگ کے اختتامی اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے انہوں نے ''اٹل بھارت اور اٹل بی جے پی'' (ناقابل تسخیر ہندوستان اور ناقابل تسخیر بی جے پی) کا بالکل نیا نعرہ دیا ہے اور کہا ہے کہ بی جے پی ۲۰۱۹ء کے عام انتخابات اپنے ترقیاتی کاموں اور ملک کے سوا سو کروڑ لوگوں کے اعتماد کی بدولت جیتے گی۔

اس موقع پر وزیر اعظم نریندر مودی کے منہ سے بڑی خدا لگتی بات نکل گئی کہ اقتدار گھمنڈ کی چیز نہیں ہے، یہ کرسی کے لیے نہیں ہے، بلکہ عوامی مفاد کے لیے کام کرنے کا آلہ ہے، بقول ان کے جمہوریت میں اپوزیشن بہت اہم ہوتی ہے، لیکن اس کا کردار بہت ہی مایوس کن ہے، جو پارٹی حکمرانی میں ناکام ہوچکی ہے، وہ اپوزیشن میں بھی ناکام ثابت ہوئی ہے، اپوزیشن والے صحیح مسائل نہیں اٹھا پارہے ہیں، وہ مسائل پر نہیں لڑتے ہیں، وہ تو جھوٹ پر لڑتے ہیں، جھوٹ گڑھنا ان کی عادت بن گئی ہے۔ بی جے پی کے صدر امت شاہ نے بھی کم و بیش پی ایم کی ہی بات دہرائی اور دعویٰ کیا کہ ۲۰۱۹ء کے عام انتخابات جیتنے کے بعد پارٹی کو کم از کم پچاس برس تک اقتدار سے کوئی ہٹا نہیں سکے گا۔ (سہارا ۱۵ر ستمبر ۲۰۱۸ء)

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس دائرہ ◯ میں سرخ ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔ (مینیجر نقیب)

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798